Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

•جلد 14 •شمارہ 11 • جون 2025

ماہنامہ

فہمِ دین

ریشم کی آخری عید

فتح مبین اور یوم تشکر

حقیقی قربانی

شوربے والے آلو

شاباش پاکستان

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

WAQF QURBANI

وقف قربانی 2025

ضرورت مندوں کے لیے

گائے فی حصہ	A	B	C
	Rs. 25,000	Rs. 19,000	Rs. 16,000

بکرا	A	B
	Rs. 45,000	Rs. 30,000

انٹرنیشنل	
	Rs. 50,000

غزہ، شام، لبنان وغیرہ

جہاں جتنا ممکن ہوا

BAITUSSALAM

#BWT

پاکستان بھر میں بڑی وقف قربانی کا قابل اعتماد ادارہ

BOOK YOUR **QURBANI NOW**

bwt.ngo/qurbani

QURBANI HELPLINE 0334 7872264

QURBANI

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

جون 2025

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

مدیر: قاری عبدالرحمٰن
نظرِ ثانی: طارق محمود
تزئین و آرائش: فیضان الحق شمسی

فہم و فکر

شاباش پاکستان	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ	08

مضامین

قربانی حق محتاج بھی ہے	حفصہ سلطان	10
عیدِ قرباں اور احتیاطی تدابیر	حکیم شمیم احمد	11
مسائل پوچھیے اور سیکھیے	مفتی محمد توحید	14
حقوق النساء	حجاب سید	15

خواتینِ اسلام

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے	ام محمد سلمان	18
گھر کی خوشیاں	ام ایشاع	19
قربانی	راحیلہ خان	20
تقسیم	مہوش اسد شیخ	22
حقیقی قربانی	انیسہ عائش	23
میں اور سعدیہ	نادیہ حسن	24
ریشم کی آخری عید	حفصہ فیصل	26
شوربے والے آلو	قانتہ رابعہ	27
حفاظتی چادر	ساجدہ میر	28
بلاعنوان	تنزیلہ احمد	29
میرے پاسباں!	عبدالرحمن حنیف	30
آرزو پر نہیں، عمل پر جنت	راحت عائشہ	31
حج مبارک	شمائلہ شکیل	31

باغچہ اطفال

فرماں بردار ٹیپو	ڈاکٹر الماس روحی	33
رانی	بنت مسعود	33
سنہری پری	ام عبد اللہ	34
جگانے کا شکریہ	بیناخان	35
لفظ پاکستان	آمنہ عبد الباسط	36
سنت ابراہیمی	آسیہ فاطمہ	37
برکت والے دس دن رات	علشبہ عبد المجید	39

بزمِ ادب

خطبہ حجۃ الوداع	حافظہ سویرا چودھری	42
انوکھا قصہ عجب کہانی	حافظہ وسطی چودھری	43

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	50

آراء و تجاویز کے لیے
+92 335 1135011

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہم دین

مدیر کے قلم سے

شاباش پاکستان

ہندوستان نے ہمیشہ کی طرح پہلگام میں قتل وغارت کا ایک ڈراما رچایا اور طے شدہ منصوبے کے عین مطابق واقعے کے فوراً بعد پاکستان پر الزام لگادیا کہ یہ دہشت گردی پاکستانی ایما پر ہوئی، دہشت گرد پاکستان سے آئے، پاکستان نے غیر جانب دارانہ تحقیق پیش کی، لیکن مودی سرکار بڑا ملک، بڑی معیشت بڑی طاقت، بہت بڑی آبادی اور بہت بڑی طاقتور فوج کے خبط میں ایسے مبتلا تھی کہ پاکستان تو کیا کسی بھی ملک کی رائے کو توجہ کے قابل نہیں سمجھا۔ پہلے 6 اور 7 مئی کی رات پاکستان کی مساجد پر حملے کیے، جن میں 40 شہری شہید اور 121 زخمی ہوئے۔ شہدا میں 7 خواتین اور پندرہ بچے تھے جب کہ زخمیوں میں 10 خواتین اور 27 بچے شامل تھے۔ پاکستان نے نامی گرامی رافیل سمیت ہندوستانی فضائیہ کے حملہ آور 6 لڑاکا طیاروں کو مار گرایا، یہ جوابی سبق بھی مودی سرکار کے دماغ کی درستی نہ کرسکا اور 10 مئی کی رات اس نے پاکستان کے فوجی ہوائی اڈوں پر حملہ کیا۔ پاکستان کی جوابی کارروائی نے ایسی تاریخ رقم کی جو تادیر دنیا کو یاد رہے گی اور ہندوستانی میڈیا اب چیخ رہا ہے، اس کے تجزیہ کار دُہائی دے رہے ہیں، جنگی ماہرین اعتراف کررہے ہیں کہ چند گھنٹوں میں پاکستان نے ہندوستان کی فوجی طاقت کو گھٹنوں کے بل گرا ڈالا، سائبر حملوں سے 70 فی صد بجلی بند کردی، جس سے سینکڑوں نامی گرامی اداروں کے نیٹ ورک ناکارہ ہوگئے۔

وہی امریکی سرکار جو دو دن پہلے کہہ رہی تھی ہم غیر جانب دار ہیں، یہود وہنود کی مشترکہ ٹھکائی ہونے پر بے چین ہوگئی اور مودی کی دہائی پر امریکی صدر نے سیز فائر کا بیڑا اٹھایا۔ دنیا بھر نے پاکستان کی فضائیہ اور آرمی کی طاقت، نظم وضبط اور جنگی منصوبہ بندی کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ سراہا بھی گیا۔ مسلم ممالک نے "شاباش پاکستان" کا نعرہ لگایا۔ صدیوں بعد ایک ایسا معرکہ دنیا نے دیکھا جس میں مسلم قوّت نے یہود وہنود کی فوجی قوّت کو زمیں بوس کیا۔ پاکستان کی سیاسی قیادت، مذہبی جماعتیں سِول سوسائٹی اور ہر طبقۂ فکر سے تعلق رکھنے والے یک جان ہو گئے اور ایسے مثالی اتحاد کا مظاہرہ کیا فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہوگئے۔ میڈیا نے بھی غیر معمولی ذمے داری کا مظاہرہ کیا اور پاکستان کی جیت دنیا نے کھلی آنکھوں نہ صرف مشاہدہ کی بلکہ اسے تسلیم بھی کیا۔

مودی سرکار کے دماغی خناس کو اس ٹھکائی کے بعد بھی قرار نہیں آرہا اور پاکستان میں دہشت گردانہ کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ آبی جارحیت کی دھمکیاں دیے جارہی ہے۔ پانی روکنے، پیاسا مارنے کے اعلانات کررہی ہے اور کچھ ذرائع یہ بھی کہتے پائے جارہے ہیں کہ یہودی اصرار اور تھپکی اب بھی جاری ہے، بلکہ کچھ اور قوّتیں بھی شامل ہیں جو سر جوڑے ہوئے ہیں، لیکن فی الحال کھلا حملہ کرنے کی ہمت کسی میں نہیں۔ پاکستانی حکومت نے سپہ سالار کو فیلڈ مارشل بنادیا، گویا بوکھلائی ہوئی دنیائے کفر میں مزید ہڑبڑاہٹ اور گھبراہٹ پیدا کردی ہے۔ یقیناً مخالف قوّتیں اس مشکل سے خود کو بچانے اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے منصوبہ بنارہی ہوں گی، لیکن مَکَرُوْا وَ مَکَرَ اللّٰہُ، وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ساری دنیا کی منصوبہ سازی ایک طرف اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر ایک طرف۔۔۔ یقیناً غالب تو اللہ جل جلالہٗ کی تدبیر ہی ہوگی۔ بس ہمیں عاجزی انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھنا ہوگی، اسباب اور قوّت اختیار کرنے کا حکم بھی ہے، کرنا بھی چاہیے، لیکن نظریں اللہ تعالیٰ پر رہنی چاہییں۔ کام یابی اپنی قوّتِ بازو سے نہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا میں سمجھنی چاہیے۔ کھلے دشمن کے ساتھ ساتھ چھپے دشمنوں، پیٹھ میں چھرا گھونپنے والوں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔ آپس میں اتحاد یک جہتی کو بھی برقرار رکھنا چاہیے۔ یہی چیزیں کام یابی دِلاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

فضیلت والے دن رات

ذی الحج حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مہینے کے پہلے دس دن راتوں کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ ان دن راتوں میں نفلی عبادات اور تسبیحات کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اس کی رِضا پانے کے لیے ان دس راتوں میں جاگنا تلاوت، ذکرِ الٰہی تسبیح وتہلیل اور تکبیر میں مشغول رہنا، استغفار کی کثرت اور درود شریف وردِ زباں رکھنا بڑی خوش بختی ہے۔ پہلے نو دن خصوصاً 9 ذی الحجہ کے روزے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ ہر دن کے روزے کو ایک سال کے روزوں کے برابر قرار دیا گیا اور 9 ذی الحجہ کے روزے کو حدیث میں ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے (صغیرہ) گناہوں کی معافی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

حج اور قربانی جیسی عظیم عبادات بھی ذی الحج کے مہینے میں رکھی گئی ہیں اور بڑی فضیلت والا عمل تکبیراتِ تشریق بھی انہی ایّام میں ہے۔ دنیا کے جھنجھٹ اور ذاتی، خاندانی، کاروباری ڈھیروں مصروفیات میں سے کچھ لمحات نکال کر اللہ سے لو لگانے کے لیے یہ بہترین دن ہیں، ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نیت کی درستی کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رِضا کی سند سے نوازیں۔ آمین

فہمِ قرآن

الانعام 76-80

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ 76

ترجمہ: چناں چہ جب اُن پر رات چھائی تو اُنھوں نے ایک ستارا دیکھا، کہنے لگے: "یہ میرا رب ہے۔" پھر جب وہ ڈوب گیا تو انھوں نے کہا: "میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" 76

تشریح نمبر 1: حضرت ابراہیم علیہ السّلام عراق کے جس علاقے نینوا میں پیدا ہوئے تھے، وہاں کے لوگ بتوں اور ستاروں کو خدا مان کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا باپ آزر بھی نہ صرف اسی عقیدے کا تھا، بلکہ خود بت تراشا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام شروع ہی سے توحید پر ایمان رکھتے تھے اور شرک سے بے زار تھے، لیکن انھوں نے اپنی قوم کو غور و فکر کی دعوت دینے کے لیے یہ لطیف طریقہ اختیار فرمایا کہ چاند، ستاروں اور سورج کو دیکھ کر پہلے اپنی قوم کی زبان میں بات کی۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ستارہ تمہارے خیال میں میرا پروردگار ہے۔ آؤ دیکھتے ہیں کہ یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ چناں چہ جب ستارہ بھی ڈوبا اور چاند بھی اور آخر میں سورج بھی تو ہر موقع پر انھوں نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ یہ تو ناپائیدار اور غیر پذیر چیزیں ہیں، جو چیز خود ناپائیدار ہو اور اس پر تغیرات طاری ہوتے رہتے ہوں، اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ پوری کائنات کی پرورش کر رہی ہے، کیسی غیر معقول بات ہے۔ لہٰذا انھوں نے چاند ستاروں یا سورج کو جو یہ کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے، وہ اپنے عقیدے کے مطابق نہیں، بلکہ اپنی قوم کے عقیدے کی لغویت ظاہر کرنے کے لیے فرمایا تھا۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ 77

ترجمہ: پھر جب انھوں نے چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں یقیناً گم راہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ 77

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ 78

ترجمہ: پھر جب انھوں نے سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے۔ یہ زیادہ بڑا ہے، پھر جب وہ غروب ہوا تو انھوں نے کہا: اے میری قوم! جن جن چیزوں کو تم اللہ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو، میں اُن سب سے بے زار ہوں۔ 78

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ 79

ترجمہ: میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ 79

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ 80

ترجمہ: اور (پھر یہ ہوا کہ) اُن کی قوم نے اُن سے حجت شروع کر دی۔ ابراہیم نے (ان سے) کہا: کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو، جبکہ اُس نے مجھے ہدایت دے دی ہے؟ اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو، میں اُن سے نہیں ڈرتا (کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا دیں گی) اِلّا یہ کہ میرا پروردگار (مجھے) کچھ نقصان پہنچانا چاہے، (تو وہ ہر حال میں پہنچے گا) میرے پروردگار کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر بھی کوئی نصیحت نہیں مانتے؟

تشریح نمبر 2: سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے حجت کرتے ہوئے ان کی قوم نے دو باتیں کہیں۔ ایک یہ کہ ہم برسوں سے اپنے باپ دادوں کو ان بتوں اور ستاروں کی پوجا کرتے دیکھ رہے ہیں۔ ان سب کو گم راہ سمجھنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس کا جواب پہلے جملے میں یہ دیا ہے کہ ان باپ دادوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی اور مذکورہ بالا عقلی دلائل کے علاوہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھی آئی ہے۔ لہٰذا اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے بعد میں شرک کو کیسے درست تسلیم کر سکتا ہوں؟ دوسری بات ان کی قوم نے یہ کہی ہوگی کہ اگر تم نے ہمارے بتوں اور ستاروں کی خدائی سے انکار کیا تو وہ تمہیں تباہ کر ڈالیں گے۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ میں ان بے بنیاد دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا، بلکہ ڈرنا تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے بنیاد دیوتاؤں کو اس کی خدائی میں شریک مان رہے ہو، نقصان اگر پہنچا سکتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اور نہیں اور جو لوگ اس کی توحید پر ایمان لاتے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے امن اور چین عطا فرمایا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فہم حدیث

حج اور قربانی

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُولَ اللّٰهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْقُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُوَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَاءِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْئٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْئٍ فَدَعُوْهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: "اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس کو ادا کرنے کی فکر کرو۔" ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہر سال حج کرنا فرض کیا گیا ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ اس شخص نے تین دفعہ اپنا وہ سوال دوہرایا تو آپ ﷺ نے (ناگواری کے ساتھ) فرمایا کہ "اگر میں تمہارے اس سوال کے جواب میں کہہ دیتا کہ ہاں! ہر سال حج کرنا فرض کیا گیا تو اسی طرح فرض ہو جاتا اور تم ادا نہ کر سکتے۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ "کسی معاملہ میں جب میں خود تم کو کوئی حکم نہ دوں، تم مجھ سے حکم لینے (اور سوال کر کر کے اپنی پابندیوں میں اضافہ کرنے) کی کوشش نہ کرو، تم سے پہلی امتوں کے لوگ اسی لیے تباہ ہوئے کہ وہ اپنے نبیوں سے سوال بہت کرتے تھے اور پھر ان کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ لہٰذا (میری ہدایت تم کو یہ ہے کہ) جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے، اس کی تعمیل کرو اور جب تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔" (صحیح مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُوجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ "کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "سامانِ سفر اور سواری۔" (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (رواه الترمذي والنسائي)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "پے در پے کیا کرو حج اور عمرہ کیوں کہ حج اور عمرہ دونوں فقر و محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں، جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور "حج مبرور" کا صلہ اور ثواب تو بس جنّت ہی ہے۔" (جامع ترمذی، سنن نسائی)

تشریح: جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کرتا ہے، وہ گویا اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں غوطہ لگاتا اور غسل کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ گناہوں کے گندے اثرات سے پاک صاف ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ دنیا میں بھی اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوتا ہے کہ فقر و محتاجی اور پریشان حالی سے اس کو نجات مل جاتی ہے اور خوش حالی اور اطمینانِ قلب کی دولت نصیب ہو جاتی ہے اور مزید برآں "حج مبرور" کے صلہ میں جنّت کا عطا ہونا اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔

قربانی

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ (قَالَ ثَوْرٌ وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِيْ) قَالَ وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْسِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَءُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن یوم النحر (قربانی کا دن یعنی ذی الحجہ کا دن) ہے (یعنی یوم عرفہ کی طرح یوم النحر بھی بڑے عظمت والا دن ہے) اس کے بعد اس سے اگلا دن یوم القر (11 ذی الحجہ) کا درجہ ہے، (اس لیے قربانی جہاں تک ہو سکے 10 ذی الحجہ کو کر لی جائے) اور کسی وجہ سے 10 ذی الحجہ کو نہ کی جا سکے تو 11 کو ضرور کر لی جائے۔ اس کے بعد (یعنی 12 ذی الحجہ کو) اگر کی جائے تو ادا ہو جائے گی (لیکن فضیلت کا کوئی درجہ ہاتھ نہ آئے گا) حدیث کے راوی عبداللہ بن قرط (رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد اپنا یہ عجیب و غریب مشاہدہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پانچ یا چھ اونٹ قربانی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے قریب لائے گئے تو ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب ہونے کی کوشش کرتا تھا، تاکہ پہلے اس کو آپ ذبح کریں۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ جانوروں میں، بلکہ مٹی، پتھر جیسے جمادات میں حقائق کا شعور پیدا کر دے۔ یہ 5،6 اونٹ جو قربانی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے قریب کئے گئے تھے، ان میں اللہ تعالیٰ نے اُس وقت یہ شعور پیدا فرما دیا تھا کہ اللہ کی راہ میں اس کے محبوب اور برگزیدہ رسول محمد ﷺ کے ہاتھ سے قربان ہونا ان کی کتنی بڑی خوش بختی ہے، اس لیے ان میں سے ہر ایک اس خواہش کے ساتھ آپ سے قریب ہونا چاہتا تھا کہ پہلے آپ ﷺ اسی کو ذبح کریں۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف
بہ اُمید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

Fruiti-O
NECTARS & FRUIT DRINKS
Real Taste Of Nature
Peach Fruit Drink
Contains Peach Fruit Pulp
Pomegranate Nectar
Contains Pommegranate Juice Concentrate
Mango Nectar
Contains chaunsa Mango Pulp
Mixed Fruit Nectar
Contains Mixed Fruit
Guava Nectar
Contains Guava Fruit Pulp
Chill & Shake Before Serving - Keep Refrigerated Once Opened
www.fruitio.com.pk
fruitioPakistan
fruitioPakistan

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

فتح مبین اور یومِ تشکر

جمعہ 16 مئی کو اہلِ وطن نے قومی سطح پر یومِ تشکر منایا۔ یہ قومی سطح پر مبارک احساس ہے اور مبارک شعور ہے کہ فتح اور کام یابی اسباب کی دنیا میں وسائل کی دنیا سے نہیں ہوئی، یہ فتح اور کام یابی ایمان اور اسلام کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ہوئی ہے۔ قومی سطح پہ یہ شعور مبارک ہے، یہ احساس بہت اعلیٰ ہے کہ قومی سطح پہ یہ احساس موجود ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہوئی، ورنہ وسائل کی دنیا میں ہمارا دشمن سے کوئی مقابلہ نہیں تھا عسکری لحاظ سے، معاشی لحاظ سے دشمن سے کوئی مقابلہ نہیں تھا، لیکن ایمان، اسلام ایک ایسی دولت ہے، اگر مسلمان اسلام کی تھوڑی سی لاج رکھ لے تو اللہ کی مدد اور نصرت اپنی آنکھوں سے دیکھے گا تو یہ ایک اچھا احساس ہے۔

یہ ایک اچھی روایت ہے کہ ہم آج اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں اور اس کے سامنے اس کے عظیم انعام پر جو اس نے نہ صرف اہلِ وطن کو بلکہ پوری امتِ اسلامیہ کو عزّت بخشی اور پوری اسلامی دنیا کو ایک اعتماد بخشا ہے کہ ایمان، اسلام بڑی دولت ہے، جب بھی مسلمان اس کا نام لے کر آگے بڑھے گا تو اللہ کی مدد اور نصرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ خوش قسمتی سے خوش نصیبی سے آپ کی جو افواج ہے اس بنیاد پر اس کی بنیاد پڑی تھی: ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ۔۔۔ جب بھی اس سپہ کو ایسی قیادت میسر آئی، جسے ان بنیادوں پر یقین ہے تو اللہ نے اس ملک کو ہمیشہ عزّت نصیب فرمائی۔

آج انڈیا اور اس کے ذرائع ابلاغ چیخ رہے ہیں، چلا رہے ہیں کہ اس وقت پاک فوج کی قیادت بڑی خطرناک ہے، کیوں؟ اس لیے کہ یہ شخص پرانے خیالات رکھتا ہے، اس کی اٹھان مسجد سے ہوئی ہے، اس نے مدرسے سے پڑھا ہے۔ اس کے سینے میں قرآن موجود ہے اور جب بھی وہ بات کرتا ہے تو اسلامیت کی بات کرتا ہے۔ قرآن کا پیغام سناتا ہے۔ دنیا چیخ رہی ہے، اسے پتا ہے کہ اگر مسلمان قوم کی اسلامی بنیادوں پر تربیت ہونے لگے، دنیا کی کوئی طاقت اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ اللہ کا پیغام ہے:

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

غالب تم ہی رہو گے، اگر واقعی تم ایمان والے ہو اگر واقعی تم اسلام کی بنیاد پر کھڑے ہو تو غالب رہو گے۔

اللہ کرے ہماری پوری افواج کی تربیت انہی بنیادوں پر ہونے لگے اور ساتھ ساتھ ہماری معیشت بھی اسلامی خطوط پر کھڑی ہو جائے اور ہمارے اسکول، کالج، یونیورسٹی کا پورا نظام تعلیم و تربیت اسلامی بنیادوں پر ہونے لگے تو پھر یہ ملک اپنی اس بنیاد پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہو سکتا ہے، جس بنیاد پر اس ملک کو حاصل کیا گیا تھا کہ یہ ملک عدل و انصاف کے لیے پوری انسانیت کے لیے ایک نمونہ بنے۔ اس کے معاشرے کی تشکیل اسلامی خطوط پر ہو، اس کا پورا نظام اللہ کے عدل و انصاف کے نظام پر کھڑا ہو، جب یہ ملک اپنی نئی نسل کی تربیت اپنے تعلیمی اداروں میں، اپنے قومی تعلیمی اداروں میں اس روح پر اپنی نئی نسل کی تربیت کرنے لگے تو آج جن کم زوریوں کا ہم اندر سے شکار ہیں، جن کم زوریوں سے ہم اندر سے پریشان ہیں، ہم ان کم زوریوں پر بھی قابو پا سکتے ہیں۔ وہ اندر کا ضعف اور کمزوری اور انتشار بھی ختم ہو سکتا ہے۔ یہ آپ نے منظر دیکھا کہ چند گھنٹوں میں نہ صرف برِّصغیر کی چودھراہٹ بدل گئی بلکہ پوری دنیا میں عسکری لحاظ سے پیمانے بدل گئے، خیالات بدل گئے، چند گھنٹوں میں یہ معجزہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، یہ انسان کے بس کی بات نہیں، ایک معجزہ ہے۔۔۔!!

چند گھنٹوں میں دنیا کی معاشی منڈیاں بدل گئیں، عسکری معیارات بدل گئے، اس برِّصغیر کے اندر جو ایک چودھراہٹ تھی، اس کو زوال ہوا اور اللہ نے اس ملک کو ایک نیا حوصلہ دے دیا۔ اس کی افواج کو ایک نئی طاقت دے دی۔ ایک نیا اعتماد ملا اور کسی قدر انتشار اختلاف، اتحاد اور اتفاق سے بدل گیا۔ یہ سب اللہ کی مہربانی ہے اور واقعی اس ربِّ کریم کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس ذات نے آج اہلِ وطن پر بڑا انعام فرمایا اور ہمیں اس ذات کا شکر گزار رہنا چاہیے، بڑے عرصے کے بعد پورے عالمِ اسلام کو یہ خوشی نصیب ہوئی۔ آج اسلامی ذرائع ابلاغ، اسلامی دنیا کا جو سوشل میڈیا اور وہاں جو مسلمانوں کی خوشی کا اظہار ہے، وہ بے مثال ہے، جس محبت کا اظہار مسلمان پوری دنیا میں کر رہے ہیں وہ غیر معمولی ہے۔ پورے عالمِ اسلام کو یہ خوشی نصیب ہوئی۔۔۔

اسلام میں بڑی طاقت ہے۔ اللہ اکبر کے نعرے میں بڑی عظمت ہے۔ یہ ہمارے پاس بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اس کو اپنی زندگی میں کام میں لائیے۔ اللہ کا نام بڑا ہے، اللہ کی ذات پر اعتماد بڑی طاقت ہے۔ اللہ کی ذات پر بھروسا مسلمانوں کے اندر کی بڑی توانائی ہے۔ مسلمانوں کی تو پوری زندگی اللہ کے نام سے شروع ہوا کرتی تھی، کوئی بھی کام کرتا کہتا تھا: ”بسم اللہ“ کوئی کام شروع کرتا کہتا: ”بسم اللہ“ اللہ کے بھروسے پہ، اللہ کے نام پر اور آگے جب قدم اٹھاتا کام یابی کی طرف تو کہتا تھا: ”ان شاء اللہ، میرا اللہ چاہے گا تو ہو کر رہے گا“ اور جب ہو جاتا تو یہ نہ کہتا غرور نہیں، عجب نہیں، بڑھائی نہیں، بلکہ کہتا: ”ماشاء اللہ، اس ذات نے چاہا تو ہو گیا“ اس کی مہربانی ہوئی ہے، ورنہ میری کیا حیثیت ہے، میری کیا تدبیر، میرے کیا اسباب میرے کیا وسائل، بس میں نے تو ایک کوشش کی اور اس ذات پر بھروسا کیا۔ جب نتیجہ شاندار آیا تو کہتا: ”ماشااللہ، بس اللہ نے کیا ہے“ مسلمانوں کے بچے، مسلمانوں کی بچیاں، مسلمانوں کی عورتیں پورا مسلمان معاشرہ اس خوب صورت معاشرت پر کھڑا ہوا کرتا تھا، اس خوب صورت تصور پر کھڑا ہوا کرتا تھا، اس کی پوری زندگی اللہ پر اعتماد اللہ کے بھروسے پہ نظر آتی تھی۔

ہم سب نے یہ منظر دیکھا کہ جب اللہ پر بھروسا کر کے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس کے ساتھ صرف مشرک نہیں تھا، یہودی بھی ساتھ تھا۔ سارے ڈرون اس کے تھے۔ اس موقع پر ہم ترکی کے صدر طیّب اردگان اور اہلِ ترک کے بھی شکر گزار ہیں جو کھلے عام ساری دنیا کے سامنے کھڑا ہوا اور مسلمانوں کے ساتھ وطنِ عزیز کے ساتھ کھڑا ہوا اپنی عسکری صلاحیت کے ساتھ کھڑا ہوا۔ آج انڈین میڈیا چیخ رہا ہے کہ سارے عسکری ڈرون ترکی سے آئے ہیں، ترکی کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، ہندوستان میں یہ آواز لگ رہی ہے۔

اس مشرک کے ساتھ یہودی بھی تھا۔ ہم بھی تو کچھ غیرت کریں اور ان یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ کب کریں گے؟ آج وہ ہندو بنیا، آج وہ مشرک ترک مصنوعات کا اس لیے بائیکاٹ کر رہا ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ کھڑا تھا۔ کون نہیں جانتا اسرائیل اور یہودی، اس مشرک کے ساتھ کھڑا تھا تو آپ بھی تو ہمت کیجیے نا، چلو آپ کو غزہ کی قربانیوں کا لحاظ نہیں تھا، غزہ کے مسلمانوں کا لحاظ نہیں تھا، آج تو آپ کے اپنے ملک کا مسئلہ ہے۔ وہ دشمن یہودی مشرک کے ساتھ کھڑا ہو کے آپ پر حملہ آور تھا، اب تو غیرت کھانی چاہیے، اب اس کی مصنوعات کا بائیکاٹ اس کی آواز اٹھانی چاہیے اور اپنے ترک بھائیوں کی مصنوعات کو اپنی زندگی میں ترجیح دینی چاہیے۔ اپنے ترک مسلمانوں کی، اسلامی دنیا کی مصنوعات کو ترجیح دینی چاہیے۔ دشمن تو غیرت کا مظاہرہ کر رہا ہے، وہ تو آوازیں لگا رہا ہے۔

ترکیے اور طیب اردگان نے الحمد للہ، آپ کا ساتھ دیا اور پہلے بھی دیتا رہا اور اللہ نے الحمد للہ وطنِ عزیز کو بھی اور اہلِ اسلام کو بھی ترکیوں کے ساتھ محبت عطا فرمائی ہے اور ہم اللہ کی رحمت سے اُمید رکھتے ہیں کہ یہ وطنِ عزیز پوری عرب دنیا، پوری اسلامی دنیا کے لیے اتحاد کا ذریعہ بنے گا۔ ہم اللہ کی ذات سے اُمید رکھتے ہیں، ان شاء اللہ! یہ ظلم کے بادل چھٹیں گے۔ ان شاء اللہ یہ کفر کا نظام مٹے گا۔ یہ دنیا کے اندر ناانصافیاں ختم ہوں گی۔ انسانیت کو پھر امن اور سلامتی کا پیغام اور سلامتی کا دور نصیب ہو گا ان شاء اللہ، اس لیے کہ اسلام امن اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام دنیا میں ناانصافی کو مٹاتا ہے۔ ظلم کو مٹاتا ہے، اسلام امن کا داعی ہے، عدل کا داعی ہے، سلامتی کا پیغام دیتا ہے تو اللہ کی ذات سے اُمید ہے ہوائیں چل پڑی ہیں۔ کون سمجھتا تھا کہ بنگلا دیش اس مشرک کی سرپرستی سے آزاد ہو گا؟ اللہ نے آزاد کر دیا۔ کون سمجھتا تھا افغانستان کو امریکا سے آزادی ہو گی؟ اللہ نے دے دی۔ کون سمجھتا تھا اللہ تعالیٰ شام کو کفار و منافقین کے شکنجے سے آزاد کرائے گا؟ اللہ نے کر دیا۔ کون سمجھتا تھا کہ پاکستان اس انڈیا کی ایک قسم کی چودھراہٹ ختم کر دے گا وہ بھی چند گھنٹوں میں اور نہ صرف انڈیا بلکہ اس وقت اس کے پاس دنیا کی تین اور بڑی طاقتوں کا سامان بھی تھا، فرانس کے جہاز تھے، اسرائیل کے ڈرون تھے، روس کا دفاعی نظام تھا، لیکن چند گھنٹوں میں سب پاش پاش ہو کر رہ گیا۔ کون سمجھتا تھا، لیکن اللہ ربُّ العزّت نے یوں لگتا ہے، مسلمانوں کی قربانیاں چاہے وہ غزہ کی سرزمین پر ہیں، چاہے وہ شام کی سرزمین پر ہیں، چاہے وہ افغانستان کی زمین پر ہیں، چاہے کشمیر کی سرزمین پر ہیں، انھوں نے جو قربانیاں دی ہیں اب وہ قربانیاں رنگ لا رہی ہیں۔ اب اس کے ثمرات نظر آرہے ہیں۔ ہم اللہ کی رحمت سے اُمید رکھتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ میں ایک اسلامی اتحاد وجود میں آئے گا، ایک اسلامی طاقت بن کے ان شاء اللہ یہ پورا نظام اٹھے گا۔

ہمیں بھی اپنی انفرادی زندگی میں، اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کو آگے رکھنا ہو گا، ایمان کی زندگی کو آگے رکھنا ہو گا۔ ہمیں بھی اپنی اسلامی اُخوت کو سامنے رکھنا ہو گا۔ ہمیں بھی اسلامی بھائی چارہ کو ترجیح دینی ہو گی، اس قوم کو جب سب سے بڑا نقصان ہوا جب بھی ہوا وہ صوبائی عصبیت، لسانی عصبیت اور فرقہ واریت، اقتدار پرستی کی وجہ سے ہوا۔ اسلامی دنیا کی تاریخ پڑھیں، جب بھی اس امت پہ کم زوری آئی اور اس امت کو دھچکا لگا، وہ اس لیے لگا جب اسلام کا مدِّمقابل نظام آیا۔ عصبیت آئی، لسانیت آئی، وطن پرستی آئی، قومیت آئی اور فرقہ واریت کے بت کھڑے ہوئے، مسلمان اندر سے ٹوٹ گئے، اندر سے مسلمان قوم کم زور ہو گئی تو ہم نے بھی اپنی پوری زندگی میں اسلامی زندگی کو آگے رکھنا ہے۔ اسی اسلامی رشتے کو مضبوط کرنا ہے۔ ہم نے اپنے ملک کے مفادات کو سامنے رکھنا ہے۔ ہم نے اسلامی مفادات کو سامنے رکھنا ہے۔ اپنے ذاتی انداز، اپنے ذاتی مفادات، اپنی ذاتی ترجیحات کو ایک طرف کرنا ہو گا۔ جب بھی یہ امت، امتِ اسلامیہ کے مفادات کو سامنے رکھتی تھی، وطن کے مفادات سے بڑھ کر امت کے مفادات کو سامنے رکھا تو امتِ اسلامیہ دنیا میں مضبوط ہوئی ہے اور جب بھی جماعتوں نے ملک کے مفادات کو سامنے رکھا، اپنے جماعتی گروہی مفادات سے دستبردار ہوئی تو ملک مضبوط ہوا اور جب بھی افراد نے اجتماعی مفادات کو مقدّم رکھا تو ان کی اجتماعیت مضبوط ہوئی۔ یہ امت کب کم زور ہوئی؟ جب وطنیت کا بت آیا اور یہ اسلامی دنیا کب کم زور ہوئی؟ جب جماعتوں کے مفادات مقدّم ہوئے اور اجتماعیت کب کم زور ہوئی؟ جب ذاتی مفادات سامنے آئے۔۔۔ تو پھر امت کی اجتماعیت اور امت کی طاقت کم زور ہوئی۔

اپنی زندگی کے اندر بھی اس یومِ تشکر کے موقع پر ہمیں یہ عزم کرنا چاہیے اور آگے بڑھ کر اسلام کی بالادستی اور اسلام کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت کے لیے اپنی زندگی اور وسائل اور صلاحیتیں لگانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی، ہمارے ملک کو بھی اور پوری ملتِ اسلامیہ کو ہمیشہ سلامتی، عزّت اور وقار کا بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین!

قربانی حقِ محتاج بھی ہے

حفصہ سلطان

قرآن فرماتا ہے:

لَن يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِن يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ

اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہاری نیتیں پہنچتی ہیں۔(الحج:37)

مگر ہم نے قربانی کو محض گوشت اور خون کا مظاہرہ بنا دیا ہے اور تقویٰ کا تقاضا، غریبوں کا حق، بھلا دیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عیدالاضحیٰ کا اصل پیغام ہمیں جھنجھوڑتا ہے۔

عیدالاضحیٰ صرف ایک مذہبی تہوار نہیں، بلکہ ایک فکری اور روحانی پیغام ہے۔ یہ دن ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس عظیم الشان قربانی کی یاد دلاتا ہے، جہاں انھوں نے اللہ کے حکم پر اپنے عزیز بیٹے کو اللہ کی راہ میں پیش کر دیا۔ یہ عید ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ عبادات صرف جسمانی نہیں ہوتیں، بلکہ روحانی، سماجی اور اخلاقی پہلو بھی رکھتی ہیں۔

قربانی کا مفہوم محض جانور ذبح کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے پیچھے ایک وسیع تر فلسفہ کارفرما ہے اور وہ ہے اپنی خواہشات، انا، غرور اور مال و دولت کی محبت کو اللہ کے حکم پر قربان کر دینا اور ساتھ ہی ساتھ معاشرے کے محروم طبقات کو یاد رکھنا۔

قربانی کی اصل روح تقویٰ، نیت اور اخلاص ہے۔ اگر یہ سب نہ ہو تو جانور کا ذبح ایک رسم تو ہو سکتی ہے، عبادت نہیں۔

عیدالاضحیٰ کا ایک اور اہم پہلو غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کو یاد کرنا ہے۔ قربانی کا گوشت صرف اپنے خاندان اور دوستوں میں بانٹنے کا نام نہیں، بلکہ اس کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو سارا سال گوشت خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ (الحج: 28)

ترجمہ: "پھر اس (قربانی) میں سے خود بھی کھاؤ اور محتاج و فقیر کو بھی کھلاؤ۔"

ہمارے ہاں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قربانی ایک مقابلہ بن چکی ہے۔ مہنگے جانور، خوب صورت پیکنگ، سوشل میڈیا پر تصاویر، گوشت کے تحفے، مگر کیا ہم نے سوچا کہ اُس گلی کا یتیم بچہ جس کی ماں روز مزدوری کرتی ہے، اُس کے حصے میں کیا آیا؟ یا اُس مزدور کے بچوں نے عید پر نیا لباس پہنا یا نہیں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے پیٹ بھر کر کھایا اور اُس کا پڑوسی بھوکا رہا، وہ مجھ سے نہیں۔" عبادت صرف اللہ کے ساتھ تعلق کا نام نہیں، بلکہ بندوں کے ساتھ سلوک بھی عبادت کا حصہ ہے۔ قربانی کا گوشت تقسیم کرتے ہوئے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کس کو زیادہ ضرورت ہے، کون ہمارے خاندان کا مستحق فرد ہے، کون ہمارے محلے کا وہ خاموش گھر ہے جہاں غربت چھپی بیٹھی ہے۔

اسلام ایک متوازن معاشرے کی تعمیر کا پیغام دیتا ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں نہ کوئی بھوکا سوئے، نہ کوئی تنہا خوشیاں منائے۔ عیدالاضحیٰ اس توازن کا عملی مظاہرہ ہے۔ اگر ہم صرف خوش حال گھروں میں گوشت تقسیم کریں اور اُن چہروں کو نظرانداز کر دیں جو ہر سال عید کی آمد پر اپنی ماں سے پوچھتے ہیں، "امی! ہمارے گھر قربانی کب ہوگی؟" تو شاید ہم قربانی کی روح کو پامال کر رہے ہیں۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا مسنون طریقہ بھی ہمیں اس توازن کی تعلیم دیتا ہے، جس میں گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

1۔ ایک حصہ خود کے لیے

2۔ دوسرا رشتے داروں اور احباب کے لیے

3۔ تیسرا حصہ فقرا و مساکین کے لیے

مگر ہم میں سے کتنے لوگ تیسرا حصہ پورے اخلاص کے ساتھ مساکین کو دیتے ہیں؟ کیا ہم کبھی اُن گھروں تک خود جا کر پہنچے ہیں، جہاں بچے محض آوازوں سے اندازہ لگاتے ہیں کہ کہیں قربانی ہو رہی ہے؟

آج کی دنیا میں جہاں معاشی نابرابری بڑھ رہی ہے، ہمیں عیدالاضحیٰ کو صرف ایک رسم نہیں، بلکہ ایک انقلابی پیغام بنانا ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم صرف گوشت ہی نہیں، بلکہ خوشی، کپڑے، عیدی اور عزّت بھی ان لوگوں کو دیں جنھیں معاشرہ اکثر نظرانداز کر دیتا ہے۔

یاد رکھنے کی بات! عید کی خوشیاں صرف قورمے اور بریانی کے نام نہیں، بلکہ وہ تب مکمل ہوتی ہیں، جب ایک ننگے پاؤں بچہ خوش ہو کر گوشت کا ٹکڑا اپنی ماں کو دیتا ہے، جب کسی بیوہ کے دروازے پر کوئی دستک دے کر کہتا ہے: "یہ آپ کے بچوں کی عید ہے۔"

ہمیں خود سے یہ سوال ضرور کرنا چاہیے: کیا ہم نے اپنی قربانی میں اخلاص شامل کیا؟

کیا ہم نے اپنے گوشت کے حصے میں کسی ضرورت مند کا حق ادا کیا؟

کیا ہماری عید کسی اور کی عید بننے کا سبب بنی؟

اگر ان سوالات کا جواب "ہاں" میں ہے تو ہمیں مبارک ہو کہ ہم نے عیدالاضحیٰ کی روح کو سمجھا۔ اگر نہیں۔۔۔ تو ابھی وقت ہے، نیت ٹھیک کی جا سکتی ہے، عمل تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے۔

اگر ہماری عید کسی کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں لا سکی، اگر ہماری قربانی کسی کے پیٹ کی بھوک نہیں مٹا سکی تو ہمیں اپنی نیت اور عمل پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ قربانی صرف ایک رسم نہیں، ایک اجتماعی ذمے داری ہے۔ یہ ہمارے ضمیر کو جگاتی ہے، ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں۔

عیدالاضحیٰ ہمیں سکھاتی ہے کہ قربانی صرف جانور کی نہیں، دل کی بھی ہونی چاہیے اور دل تب ہی نرم ہوتا ہے جب اُس میں دوسروں کے لیے درد ہو۔

اس عید پر صرف جانور ہی نہیں، اپنی سوچ، اپنی غفلت، اپنی خود غرضی کو بھی قربان کریں۔ غربا کو ان کا حق دیں، انھیں عید کی خوشیوں میں شامل کریں، کیوں کہ جب ایک محروم دل خوش ہوتا ہے، تب ہی ہماری عبادت مکمل ہوتی ہے اور قربانی قبول ہوتی ہے۔۔۔!!

عیدِ قرباں اور احتیاطی تدابیر

حکیم شمیم احمد

قرآن وحدیث

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَکَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (الفرقان: 67)

وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا بہترین کام وہ ہے، جس میں میانہ روی ہو۔

ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے:

”نہ افراط بہتر نہ تفریط اچھی، توسط کے درجے میں ہر بات اچھی“

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”آدمی نے پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں بھرا۔ آدمی کے لیے کافی ہے کہ وہ اتنے لقمے کھائے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں، لیکن اگر آدمی پر اس کا نفس غالب آجائے تو پھر ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رکھے۔“

بدہضمی کا علاج واحتیاط

یہ بات مسلم ہے کہ جب معدے کو مسلسل مرغن غذائیں دی جائیں گی تو اس میں ضعف آجائے گا اور وہ ہاضم رطوبات غذا میں شامل نہیں کر سکے گا، یوں دائمی قبض رہنے لگے گی۔

◆ بکرے کی کلیجی معدے پر بوجھ ڈالتی ہے، چناں چہ کلیجی کو اچھی طرح دھو کر صاف کر کے پکائیں اور اس میں لیموں کا رس شامل کر کے صبح ناشتے میں ایک وقت کھائیں اور رات میں پلاؤ بریانی تیار کر کے لوکی کے رائتے کے ساتھ کھائیں، یوں بدہضمی کی شکایت نہیں ہو گی۔

احتیاط: جن لوگوں کا کولیسٹرول بڑھا ہوا اور خون پتلا کرنے کی دوائیں کھا رہے ہوں، انھیں مرغن غذائیں اور کلیجی سے حتّی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

فریزر میں رکھا گوشت اور صحت کے مسائل

متعدّد افراد قربانی کا گوشت فریزر میں محفوظ کر لیتے ہیں، تاکہ اسے کافی دنوں تک استعمال کیا جاسکے، اس ضمن میں چند باتیں مدِّ نظر رکھنا ازحد ضروری ہیں۔

◆ گوشت ایک ایسی چیز ہے جو بہت جلد خراب ہو جاتا ہے۔ ◆ گوشت میں زہریلے مادّے اور جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جو نہایت مضر ثابت ہو سکتے ہیں۔ ◆ گوشت کو دو ہفتے فریزر میں رکھنے پر گوشت کی غذائیت کم ہو جاتی ہے اور مضرِ صحت بھی ہو جاتا ہے۔ فریز کیے ہوئے گوشت کو فریزر سے نکال کر کم از کم چھ گھنٹے تک نیم گرم پانی میں بھگا کر رہنے دیں اور پھر اس کو اچھی طرح دھو کر پکایا جائے۔ اس گوشت کو بہت اچھی طرح پکانا ضروری ہے، تاکہ اس کے تمام جراثیم بھی مر جائیں اور وہ اچھی طرح گل بھی جائے۔

”گوشت اچھی طرح صاف کر کے پکائیں اور آرام سے چبا کر کھائیں، تاکہ قربانی کا گوشت صحت کے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہو“

اس مقصد کے لیے چند باتوں کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے۔

1: ایسے جانور کا انتخاب کریں جو صحت مند ہو، کیوں کہ بیمار جانور کا گوشت صحت کے لیے بہت سے مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔

یاد رکھیں! جب خون گوشت کے اندر رہ جاتا ہے تو گوشت کے جلدی خراب ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

عید کے موقع پر عموماً گوشت کی فراوانی ہوتی ہے، اس لیے وہ مریض جو عام طور پر اپنی بیماریوں کی وجہ سے گوشت کم سے کم استعمال کرتے ہیں، عید کے موقع پر وہ بھی گوشت کا استعمال بہت زیادہ کر لیتے ہیں، جس سے ان کی بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے جو بعض اوقات خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔

احتیاط: بلڈ پریشر، امراضِ خون، جگر اور گردوں کے مریض، لبلبہ، دل اور جوڑوں کے امراض میں مبتلا افراد نیز یورک ایسڈ کے مریضوں کو گوشت احتیاط سے اور کم سے کم مقدار میں کھانا چاہیے۔

ہیپاٹائٹس کے مریض: تلے اور بھنے گوشت سے پرہیز کریں، ان میں مرچیں اور مسالاجات بہت تیز ہوتے ہیں، جس سے جگر کو مزید نقصان پہنچ سکتا ہے۔

شوگر کے مریض: سُرخ گوشت میں چکنائی زیادہ ہوتی ہے، کولیسٹرول بڑھنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

چکنائی کی کثرت سے جسمانی توانائی (کیلوریز) پوری ہو جاتی ہے اور شوگر کا لیول خون میں بڑھ جاتا ہے۔ سُرخ گوشت میں موجود چکنائیوں کا دل کی خون کی نالیوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ یہ چکنائی خون کی نالیوں میں جم جاتی ہے، جس سے نالیوں کا سوراخ تنگ ہو جاتا ہے اور دل کے درد اور دورے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

اعتدال کی راہ

بلاشبہ گوشت صحت کے اعتبار سے بہترین غذا اور اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، لیکن مخصوص مقدار سے زائد استعمال صحت کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ گوشت میں پروٹینز، معدنیات اور وٹامنز سمیت کئی مفید غذائی اجزا پائے جاتے ہیں جو انسانی جسم کی نشو و نما میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے گوشت کو متوازن غذا کا ایک بہت اہم حصہ قرار دیا گیا ہے۔

باربی کیو کے شوقین

عید کے موقع پر ہم لوگ باربی کیو بہت شوق سے کھاتے ہیں، باربی کیو کرنا ہو تو کوئلوں اور گوشت کے درمیان پندرہ تا بیس سینٹی میٹر کا فاصلہ ہونا چاہیے، اس طرح ہلکی اور یکساں آنچ پر گوشت اندر تک گل جائے گا جو ہماری صحت کے لیے ازحد ضروری ہے۔

انجائناکاخطرہ

معدے میں گوشت کی مقدار زیادہ ہو جانے کی وجہ سے دورانِ خون معدے میں زیادہ تیز ہو جاتا ہے، جس سے دل میں خون کی سپلائی کی رفتار بھی بڑھ جاتی ہےاور دل کے درد یعنی انجائناکاخطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ گوشت میں فائبرز بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں، اس لیے جو لوگ سُرخ گوشت کازیادہ استعمال کرتے ہیں، ان میں کینسر کاخطرہ بیس فیصد زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

گوشت: صحت اور توانائی کا خزانہ

ہارمونز کی مقدار بھی گوشت میں زیادہ ہوتی ہے، جس سے گوناگوں مسائل جنم لیتے ہیں اور بچوں میں بلوغت چھوٹی عمر میں ہی ہو جاتی ہے، جبکہ جسم میں سے زیادہ پروٹیز کو خارج کرنے میں گردے اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں۔

پروٹین: گوشت پروٹین سے بنتا ہے۔ جانور سے حاصل کردہ پروٹین سب سے اعلیٰ درجے کی غذائیت کی حامل ہوتی ہے۔ یہ پروٹین انسانی گوشت کے پروٹین سے ملتی جلتی ہے، اس لیے کسی آپریشن اور بیماری کے بعد بحالیٔ صحت کے لیے گوشت کا استعمال بے حد مفید ثابت ہوتا ہے لیکن اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

وٹامن بی 12: گوشت وٹامن بی 12 کا سب سے بہترین ماخذ ہے۔ یہ وٹامن خون بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ اعصابی نظام کے لیے بھی مفید ہے۔ اگر جسم میں وٹامن بی 12 کی کمی واقع ہو جائے تو سستی، تھکاوٹ اور مشقت کے دوران سانس لینے میں دقت واقع ہو جاتی ہے نیز جلد کی رنگت ماند پڑ جاتی ہے۔ دل کی دھڑکن میں تیزی اور بال گرنے جیسی علامات ظاہر ہوتی ہیں نیز اعصابی نظام پر بھی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

زنک: گوشت میں زنک وافر مقدار میں پایا جاتا ہے، جو جسم کی نشوونما کے علاوہ وائرس کی روک تھام میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

سیلینیئم (Selenium): سیلینیئم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ گوشت ہے جو جسم میں مختلف کیمیائی مراحل کی انجام دہی میں معاونت فراہم کرتا ہے۔

فولاد: یہ جزو بھی گوشت میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے، اس لیے بکرے اور گائے کے گوشت کو ریڈ میٹ بھی کہا جاتا ہے۔ گوشت میں موجود فولاد جلد میں زیادہ مقدار میں جذب ہوتا ہے۔

وٹامن بی 6: یہ وٹامن بھی گوشت میں پایا جاتا ہے، جو خون کی افزائش اور جسم کو توانائی فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

فاسفورس: یہ اہم عنصر بھی جسم کی نشوونما کے لیے ضروری ہے، جو سرخ گوشت میں پایا جاتا ہے۔

گردوں کے فعل میں خلل

زیادہ گوشت کھانے سے گردوں پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، جس سے گردوں کے فعل میں نہ صرف خلل پیدا ہوتا ہے بلکہ رینل فیلیئر (CRF) کا خطرہ بھی رہتا ہے۔

- زیادہ مقدار میں گوشت کھانے سے جسم کیلشیم کی زیادہ مقدار خارج کرنے لگتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہڈیاں کمزور ہونے لگتی ہیں اور ہڈیوں کے بھربھرے پن کی بیماری لاحق ہونے لگتی ہے۔

حکماکااتفاق ’’قبض اُمُّ الامراض ہے‘‘

حکیم بقراط کا مشہور قول ہے ’’جس کی آنتیں روز صاف ہوں گی، اس کی عمر دراز ہو گی۔‘‘ ان ہی کا ایک اور قول ہے ’’آنتیں بھاری ماتھا بھاری۔‘‘

حکما کا اتفاق ہے کہ قبض اُمُّ الامراض ہے۔ قبض کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ حکیم بقراط نے اپنی کتاب فصولِ بقراطی میں تحریر کیا ہے: دوپہر کا کھانا کھاؤ تو قیلولہ کرو اور رات کا کھانا کھاؤ تو چہل قدمی کرو۔

یاد رکھیں!

کلیجی کا کام ایک قسم کے اسٹور ہاؤس کا ہے۔ اس میں وٹامنز، نمکیات پروٹین اور چکنائی اسٹور ہوتی ہے۔ یہ ہمارے اعصابی نظام، جلد اور بینائی کے لیے فائدہ مند ہے۔

- کھلاڑیوں میں اس کے استعمال سے توانائی اور اسٹیمنا میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن اس میں وٹامن بی تھری پایا جاتا ہے، جس سے شوگر لیول بڑھ جاتا ہے۔
- اچھا خون پیدا ہوتا ہے۔
- یادداشت بہتر ہونے میں مدد ملتی ہے۔
- اگر جسم میں بی تھری کا لیول بڑھ جائے تو مختلف جلدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جن میں جلد کا کھردراپن ایگزیما اور جلد پر سرخی ہونا شامل ہیں۔

گوشت محفوظ رکھنے کا قدرتی طریقہ

قدیم دور میں گوشت محفوظ کرنے کے لیے دھوپ میں سکھایا جاتا تھا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ نمک لگا کر گوشت دھوپ میں خشک کر لیا جاتا اور پھر کئی ماہ تک استعمال میں لایا جاتا تھا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ طریقہ زیادہ بہتر تھا۔

UNLOCK
A NEW
ATMOSPHERE
INTRODUCING OUR
LATEST
MATIC REFILL
2500 Spray
Perfect®
MATIC
Violet
BREEZE
Fresh Aire™
معطر الجو المقنن
Perfect®
MATIC
رہو خوشبوؤں میں

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

قابلِ وصول تجارتی قرض پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: میں ایک تعمیراتی ٹھیکہ دار ہوں، کچھ پیسے میرے پاس ابھی موجود ہیں اور کچھ تین چار جگہ مالکِ مکان کے پاس باقی ہیں جو پیسے میرے پاس نہیں ہیں، کیا ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: جو رقم آپ کے پاس فی الحال موجود ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا تو بلا شبہ آپ پر لازم ہو گیا، البتہ جو رقم قابلِ وصول ہے اور لوگوں پر ادھار ہے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو رقم بطورِ اُجرت آپ کا حق ہے اور لوگوں سے وصول کرنا ہے، اس کی زکوٰۃ آپ پر اُسی وقت لازم ہو گی جب وہ وصول ہو جائے، اگر اس رقم کی وصولی میں کئی سال بھی لگ جائیں تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ لازم نہیں ہو گی، بلکہ وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ کا سال پورا ہونے پر اس کی زکوٰۃ لازم ہو گی۔

اور اگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعمیرات کے دوران آپ کی اپنی ذاتی رقم کا materialاستعمال ہوتا ہو جو بعد میں وصول ہوتا ہو تو اس رقم کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں دو صورتیں جائز ہیں:

1۔ ابھی ہی (یعنی جب زکوٰۃ کی ادائیگی کا دن ہو) اس کی زکوٰۃ ادا کر دیں، پھر جب وہ قرض وصول ہو گا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

2۔ مذکورہ قرض کی رقم جب وصول ہو جائے تو حساب کر لیا جائے کہ اس پر کتنا عرصہ گزرا ہے؟ اگر ایک سال گزرا ہے تو اس کی ایک سال کی زکوٰۃ ادا کر دیں اور اگر دو سال گزرے ہیں تو قرض ملنے کے بعد دو سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دیں۔

مالک مکان کے پاس جمع سیکورٹی کی رقم کی زکوٰۃ کس کے ذمے ہے؟

سوال: مالک مکان کے پاس جمع کرائی گئی سیکورٹی کی رقم پر زکوٰۃ کون ادا کرے گا؟

جواب: کرایہ داری کے معاملہ میں زرِ ضمانت کے طور پر مالک کے پاس جو رقم رکھوائی جاتی ہے، وہ ابتداءً امانت ہوتی ہے اور اس کا اصل مالک کرایہ دار ہی ہوتا ہے اور یہ رقم کرایہ دار کو بعد میں واپس ملتی ہے، لہٰذا اس کی زکوٰۃ کرایہ دار کے ذمہ ہے، البتہ اس کی ادائیگی فوری لازم نہیں ہے، بلکہ مذکورہ رقم کی وصولی کے بعد دینا لازم ہو گی، تاہم ! اگر زکوٰۃ کا سال پورا ہو جائے تو وصولی سے پہلے بھی اس کی زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں۔

کرایہ پر لی گئی دکان آگے زیادہ کرایے پر دینے کا حکم

سوال: عمرو ایک دکان کا مالک ہے۔ عمرو نے یہ دکان بکر کو کرایہ پر دی، بکر عمرو کو ماہانہ کرایہ دیتا رہا، پھر بکر یہ کرایہ پر لی ہوئی دکان آگے زید کو کرایہ پر دیتا ہے اور زید اس سے زیادہ کرایہ دیتا ہے جتنا کرایہ عمرو اور بکر کے درمیان طے ہوا تھا، بکر عمرو کو اصل کرایہ (جو عمرو اور بکر کے درمیان طے ہوا تھا) دینے کے بعد بقیہ کرایہ خود رکھ لیتا ہے، کیا بکر کے لیے ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں بکر کے لیے کرایہ پر لی ہوئی دکان آگے زائد کرایہ پر دینا جائز ہے، البتہ زائد کرایہ بکر کے لیے حلال ہونے کے لیے دو باتوں میں سے ایک بات کا پایا جانا ضروری ہے، ورنہ زائد کرایہ بکر کے لیے حلال نہیں ہو گا اور وہ دو باتیں یہ ہیں کہ:

1: دوسرے کرایہ کی رقم وغیرہ پہلے کرائے کی جنس میں سے نہ ہو، یعنی پہلے کرایہ روپے میں متعین ہوا تو یہ آگے روپے کے بجائے کسی اور کرنسی کو کرایہ کی ادائیگی کے لیے مقرر کرے۔

2: دوسری صورت یہ ہے کہ کرایہ دار نے اس کرایہ کی دکان میں کچھ اضافی کام (مثلاً رنگ وروغن، ٹائلز، فرنیچر وغیرہ یا دیگر تعمیراتی کام یا ڈیکوریشن کا کام وغیرہ) کرایا ہو تو ان دونوں صورتوں میں زائد کرایہ کی رقم بکر کے لیے حلال ہو گی۔

حج کی فرضیت کی ایک خاص صورت

سوال: میں ایک شادی شدہ عورت ہوں اور میرے دو بچے ہیں: بیٹا پانچ سال کا ہے اور بیٹی دو سال کی ہے۔ جہیز کے زیورات کی قیمت کی وجہ سے مجھ پر حج فرض ہے، لیکن ہم حج پر بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جانے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں اور ہم بچوں کو گھر پر بھی نہیں چھوڑ سکتے ہیں، کیوں کہ گھر پہ ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا کوئی نہیں ہے، ساس، ماں اور نہ کوئی اور رشتہ دار۔ میں بہت زیادہ فکر مند ہوں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں حج نہ کرنے کا عذر قابلِ قبول ہو گا؟ جبکہ حج فرض ہے۔ براہِ کرم رہنمائی فرمائیں!

جواب: اگر آپ بچوں کو ماں، ساس یا کسی اور قریبی رشتہ دار کے پاس چھوڑ کر جا سکتی ہوں، چاہے ان کے گھر ہی سہی اور آپ کے ساتھ حج پہ جانے والا کوئی محرم بھی ہو تو آپ کے اوپر حج میں جانا فرض ہو گا اور اگر آپ ایسا نہ کر سکتی ہوں تو حج پہ جانے کا آپ کا یہ عذر قابلِ قبول ہو گا۔ اس صورت میں آپ کے لیے انتظار مناسب ہو گا، تا آنکہ بچے سمجھ دار

بقیہ صفحہ نمبر 16 پر

پہلی قسط

خواتین کے حقوق

حجاب سید

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے عورت کی یہ ایک بہترین تمثیل پیش کر کے دنیا کو یہ باور کرایا کہ کائنات کے گلوں میں رنگ بھرنے والی شخصیت عورت ہی ہے، کیوں کہ عورت دنیا کی سب سے قیمتی متاع ہے، جو بحیثیتِ عورت مختلف کردار کی حامل ہوتی ہے، جس میں سے کسی بھی کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چناں چہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے

الدُّنیا مَتاعٌ، وَخیرُ مَتاعِ الدُّنیا : الْمرْأَةُ الصَّالِحَةُ (صحیح مسلم)

"دنیا ایک سامان ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔"

لہٰذا اگر ایک عورت ماں بن کر اس کی خدمت کے عوض اپنی اولاد کو جنّت کی حق دار بناتی ہے تو بہن کی صورت میں بھائی کا بازو بن کر سماج کو تقویت پہنچاتی ہے۔ بیٹی کی صورت میں والدین کا سر فخر سے بلند کرتی ہے تو بیوی بن کر خاندان کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ عورت کی اسی اہمیت کو میں نے عربی کے چند اشعار میں اُجاگر کرنے کی کوشش یوں کی ہے

اَلْمرْأَةُ نِصفُ الْمُجتَمَعْ — اَشْعَلَتْ نُورَ الشَّمعْ
صَنَعَتْ لِلرَّجُلِ الْبطَلْ — سَارَتْ وَ نَشَرَتِ اللَّمعْ
وَكَمْ مِن مَرْأَةٍ فَاخِرَةْ — قَدَّمَتْ وَتَمَثَّلَتِ الْوَرَعْ

(فی تکریم الرائدات العربیۃ، نقیب الہند، جنوری مارچ 2021ء)

عورت معاشرے کا نصف جزو ہے، جس نے ایک شمع روشن کی، جسے مردِ آہن کے لیے ہی بنایا گیا۔ وہ جب چلی تو کائنات کو چمک بخشی اور کتنی ہی باوقار عورتوں نے میدان میں آگے بڑھ کر زہد و تقویٰ کی بہترین مثال قائم کی۔ الغرض وہ عورت ہی ہے جو مستحکم معاشرے کی تشکیل میں بنیادی اور ایک کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اسی اہم کردار سازی کی بنا پر اسلام نے عورت کو اُس وقت دنیا کو روشناس کرایا جب جاہلیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں عورت پابندِ سلاسل تھی، جسے کبھی سامانِ تجارت بنا کر فروخت کر دیا جاتا تو کبھی وراثت میں تقسیم کر دیا جاتا، بلکہ ظلم کی انتہا اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ دنیا میں قدم رکھتے ہی زندگی سے محروم کر دیا جاتا، مگر کائنات میں رنگ و نور بھرنے والے مذہب "اسلام" کا سورج جب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے تو بیٹی کو باعثِ عار سمجھنے والی اور انھیں زندہ درگور کرنے والی قوم کو لڑکی کی پیدائش و تربیت پر جنّت کا مژدہ جاں فزا سناتا ہے۔ وراثت میں تقسیم کی جانے والی ماں کے قدموں تلے جنّت کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ بیوی کو تسکینِ قلب کا ذریعہ گردانتے ہوئے اسے گھر کی ملکہ بناتا ہے اور بھائی پر بوجھ سمجھی جانے والی بہن کی تربیت پر جنّت کی ضمانت کی خوش خبری دیتا ہے۔ گویا خواتین کے حقوق کی پاسداری اور ان کے تحفّظ واحترام کے جو احکام اسلام میں صادر ہوئے ہیں، وہ نوعِ انسانی کی نسل کا ایک بنیادی پتھر ہے، جسے متزلزل کر دینے پر اسلامی معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں۔ عورتوں کے ہر ناحیے سے مختلف حقوق کا ذکر کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی ان مختلف حیثیتوں کا مختصراً ذکر کر دیا جائے، جن کی وہ حامل ہیں، چناں چہ مختلف حیثیتوں سے خواتین کے حقوق کی تقسیم کچھ اس طرح ہے: اسلام میں عورت کے حقوق بحیثیتِ بیٹی:

وَاِذَا الْمَوْءٗوْدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (التکویر: 8-9)

"اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا؟"

یہ آیات عرب جاہلیت کے اس قبیح رسم کی شدید مذمت کرتی ہیں، جس میں لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان بے گناہ بچیوں سے خود انصاف کرے گا اور ان کے قاتلوں سے بازپرس ہو گی۔ سورۂ تکویر میں سنگ دلی کا مظاہرہ کرنے والے اور بیٹی کو زندہ درگور کرنے والے باپ کو جہنم کی وعید سناتے ہوئے اسلام نے سب سے پہلا حق بیٹی کو زندہ رہنے کا دیا، جب کہ دوسرا حق اس کی تعلیم و تربیت کا دیا اور اس پر والدین کو جنّت کی خوشخبری سنائی۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمُ القِيامةِ أَنَا وَهُوَ هٰكَذَا، وَضَمَّ أَصَابِعَهُ (صحیح مسلم)

"جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح ہوں گے، یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا"

اور تیسرا حق اس کی بلوغت کے بعد نکاح اور انتخابِ زوج کا دیا۔

اسلام میں عورت کے حقوق بحیثیتِ بیوی: اسلام نے عورت کو بحیثیتِ بیوی مندرجہ ذیل حقوق سے نوازا ہے۔

(1) حسنِ معاشرت (2) معاشی تحفظ (3) عدل و انصاف (4) تفریح و دل بستگی کے جائز مواقع فراہم کرنا

حسنِ معاشرت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: ١٩)

اُن کے ساتھ معروف طریقے سے معاشرت اختیار کرو۔

اور حسنِ معاشرت کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک بیوی کے ساتھ اس وقت حسنِ معاشرت کی تاکید کی جا رہی ہے، جب باہمی معاملات انتشار کا شکار ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک اور جگہ فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ (سنن ترمذی)

"تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ثابت ہو اور خود میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔"

آپ ﷺ کے فرمان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مردوں کو بیویوں کے حق میں سراپا محبت و مشفق ہونا چاہیے اور تمام جائز امور میں ان کی ضروریات کو مدِّ نظر رکھنا بیوی کا شرعی حق ہے۔

معاشی تحفظ: اس ضمن میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

ان تُطْعِمَهَا إذا طَعِمتَ، وتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ وَلَا تَضْرِبُ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ (ابوداؤد و ابن ماجه)

"جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا یوں فرمایا کہ جب تم کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو اور گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اس سے علاحدگی اختیار نہ کرو۔"

عدل و مساوات: عدل حیاتِ انسانی کا بنیادی تقاضا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل: 90)

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں۔"

اور دوسری جگہ فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرة: 228)

"ان عورتوں کے بھی اس کے مثل حقوق ہیں، جتنا ان کے ذمے مردوں کے حقوق ہیں۔"

تفریح و دل بستگی: ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے یہ بات بھی ناگزیر ہے کہ شوہر بیوی کے لیے تفریح کا مناسب سامان بھی فراہم کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

"اسلام میں عورت کے حقوق بحیثیتِ ماں" اسلام میں ماں کو اتنا عالی مقام و مرتبہ اور باعزّت درجہ عطا کیا گیا کہ بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ حق اسی کا رکھا گیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ، وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ مِثْلَهُ (صحیح بخاری)

"ایک شخص نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ "حسن سلوک، احسان اور خدمت گزاری کا میرے لیے سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟" فرمایا: "تیری ماں" پھر کون؟ فرمایا: "تیری ماں" اس شخص نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: "تیری ماں" اس شخص نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: "تیری ماں" والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے ان کی زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے، مرنے کے بعد ان کے لیے دعا و استغفار کرے اور ان کے متعلقین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ ماں کی اولاد کی تربیت کے دوران اٹھائی جانے والی مشقت و مصیبت کے پیشِ نظر ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ رکھا گیا اور ماں کی خدمت کو دخولِ جنّت کا موجب بنایا گیا۔

"اسلام میں عورت کے حقوق بحیثیتِ بہن" قرآن کریم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی و سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے، وہاں بطورِ بہن بھی اس کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

ہو جائیں، پھر آپ حج کے لیے جا سکیں۔

بے پردگی کے اندیشے سے حج یا عمرے پہ نہ جانا کیسا ہے؟

1) آج کل حرمین شریفین میں حج و عمرہ کے دوران جو ہجوم اور بے پردگی عام ہے، ایسے حالات میں عورتوں کے لیے حج و عمرہ کے لیے جانا کیسا ہے؟ ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ حج فرض کا حج بدل بھی کروا سکتے ہیں، یعنی اس خاتون کی جگہ جس پر حج فرض ہے، کسی مرد کو حج پہ بھیجنے سے فریضہ ادا ہو جائے گا، کیوں کہ جس طرح حج فرض ہے، پردہ بھی فرض ہے۔

2) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت فرض حج ادا کر چکی ہو تو اسے نفلی حج یا عمرے کے لیے نہیں جانا چاہیے بوجہ بے پردگی کے، اگرچہ وہ خود باپردہ ہو، اس بات کی کیا حقیقت ہے؟

جواب 1: واضح رہے کہ شریعت نے عورت کو بغیر محرم کے حج ادا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ اگر محرم میسر نہ ہو تو اس پر حج کی ادائیگی فرض نہیں ہوتی اور تادمِ مرگ محرم کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں حجِ بدل کرانے یا اس کی وصیت کا حکم دیا ہے، لہٰذا یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ محض بے پردگی کے اندیشے سے حجِ بدل کرایا جائے، نیز جو امور خاص حج کے تعلق سے فرض واجب ہیں: مثلاً قیامِ منیٰ، وقوفِ عرفہ و مزدلفہ اور تینوں قسم کے طواف انھیں محرم کی معیت میں اگر جلد بازی کا جوش نہ ہو تو بسہولت ادا کیا جاسکتا ہے اور پردے کا اہتمام بھی باقی رہ سکتا ہے، رمی بھی ان اوقات میں کی جائے جب بھیڑ کم ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ نمازوں کے لیے مسجدِ حرام میں حاضری عورتوں کے لیے ضروری ہی نہیں، بلکہ ممنوع ہے، لہٰذا حج کے فرائض و واجبات کی ادائیگی پردہ کے ساتھ محرم کی معیت میں ادا کرنا ممکن ہے، لہٰذا حج بدل کی اجازت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، البتہ حاجیوں کو ان کے امور سے واقف کرانے کی بہت ضرورت ہے، بالخصوص عورتوں کو جو ان کے لیے حج میں ضروری ہیں اور جو غیر ضروری، بلکہ ممنوع ہیں۔ عورتیں بالخصوص اس کا اہتمام کرلیں تو کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔

2) ممانعت کی بات تو نہیں کہی جاسکتی، البتہ نفل کا درجہ تو نفل ہی کا ہوتا ہے، جسے کسی مصلحت سے ترک کرنے کا اختیار بھی انسان کو ہوتا ہے۔

NEW
ZJ
Zaiby
Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
Crafted to celebrate your light
VISIT US TODAY—BECAUSE YOU DESERVE TO SHINE AS BRIGHTLY AS OUR DESIGNS
03085888455
021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton

ہم تو فہمِ قرآن میں بھی بہت پیچھے رہ گئے بیٹی ! ! دنیا کو مقدّم کر لیا، آخرت کو موخّر کر دیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنتے ہیں، پڑھتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام آفات کی جڑ ہے، لیکن مانتے نہیں ! ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔۔۔ ہم اس کے باوجود دنیا کی چیزوں پر بچھتے چلے جاتے ہیں۔ ایک کے بعد ایک دنیاوی ساز و سامان سے گھروں کو بھرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک بار بھی نہیں سوچتے پیارے محمد ﷺ کا گھر کیسا تھا ! !

اور امہات المومنین کے کردار کا بھی جائزہ لو، کبھی ان کی سیرت کا مطالعہ کرو تو پتا چلے۔۔۔ ہماری اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہد و تقویٰ اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار تھال بھر کر درہموں کا آیا اور اسی وقت سب بانٹ دیا جب کہ اپنے کپڑوں میں پیوند لگے تھے۔ خود روزے سے تھیں تو خادمہ کہنے لگی : کیا ہی اچھا ہوتا ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں تو آج ہم بھی گوشت کھا لیتے تو فرمایا : اس وقت یاد دلا دیتیں تو میں منگوا لیتی۔ اب کہنے سے کیا فائدہ ! ! جن کے خدمت میں تھال بھر بھر کے درہم و دینار کے پیش کیے جائیں اور ان کے لباس بھی پیوند زدہ ہوں، تب بھی سب کچھ خیرات کر دیں !

ہم کہاں سے لائیں وہ حوصلہ۔۔۔؟ ہم تو کچھ بھی نہیں کر پا رہے بیٹی ! ہم تو ان کے قدموں کی دھول کی دھول بھی نہیں ہیں سادگی اختیار کرنے میں۔

اور آگے سنو ! رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں : خوش نصیب ہے وہ شخص جو اسلام لایا اور بقدرِ کفاف روزی دیا گیا اور جو کچھ اللہ نے اسے دیا، اس پر قانع رہا۔ (صحیح مسلم)

حضور ﷺ جس شخص کو خوش نصیب کہہ رہے ہیں وہ، وہ شخص ہے جسے تھوڑی روزی دی گئی اور وہ اس پر خوش اور قانع ہے جب کہ ہمارے نزدیک وہ قابلِ رحم ہوتا ہے، ہائے بے چارہ سہولیاتِ زندگی کے لیے ترس رہا ہے۔ حالانکہ قابلِ ترس تو وہ ہوتا ہے جو دنیا کی نعمتوں میں کھیل رہا ہو مگر آخرت بنانے والے اعمال سے غافل ہو۔ جو دولت اللہ نے اسے دی ہے بجائے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے اپنی عیاشیوں پر اڑا دیتا ہو۔

ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں جو نبی برحق نے فرمایا تھا کہ "میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر وسیع کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کر دی گئی تھی۔ تم اسے بہت زیادہ چاہنے لگو گے جیسے تم سے پہلے لوگ چاہنے لگے تھے، پھر وہ تم کو برباد کر دے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں کو اس نے برباد کر دیا۔" (بخاری و مسلم)

اور دیکھ لو آج مسلمانوں کا کیا حال ہے ! دنیا کی محبت نے انھیں پورے عالم میں ذلیل کر کے رکھ دیا لیکن یہ نادان پھر بھی نہیں سمجھتے، دونوں ہاتھوں سے لوٹے چلے جاتے ہیں۔

بس اللہ تعالیٰ ہمیں مال و دولت کے فتنے سے بچائے بیٹی ! بے شک یہ بہت بڑا فتنہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ دنیا کی نعمتوں کا استعمال ممنوع نہیں ہے، حلال ذریعے سے کمائی گئی سب جائز ہے۔ ہم بھلا کون ہوتے ہیں جائز کو ناجائز کہنے والے ! !

مگر اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ سب جائز تو ہیں، لیکن معیاری نہیں ! معیار تو وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے متعین کر گئے۔ سادگی ہی اصل اسٹینڈرڈ ہے، سادگی ہی اصل معیار ہے !"

انسان اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں لگا رہے تو یہ ایک کے بعد ایک بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں، یہ کہیں نہیں رُکتیں ! رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ "آدمی کے پاس ایک سونے کی وادی ہو تو دوسری کی تمنا کرے اور دوسری کے بعد تیسری کی اور ابنِ آدم کا پیٹ تو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔"

یعنی موت ہی اس کی خواہشات اور تمناؤں کو ختم کر سکتی ہے، ورنہ جب تک زندگی تب تک هَلْ مِنْ مَزِيْد کے چکر میں پھنسا ہی رہتا ہے، سوائے اس کے جسے اللہ اس دنیا سے بچا لے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں، ان کی باتیں میرے دل پر گہرا اثر ڈال رہی تھیں۔ میرا دل چاہا میں بھی ان کے جیسی بن جاؤں۔

کیسے انھوں نے اتنا صبر کیا ہو گا؟ سب کچھ اپنے پاس ہوتے ہوئے بھی دل کی خواہشوں کو مارا ہو گا، صرف اس لیے کہ اپنے پیارے نبی ﷺ کی منتخب کردہ زندگی پر چل سکیں۔ اسوۂ حسنہ کو اپنا سکیں۔ اپنے دل کی کتنی ہی خواہشات کو دبا کر غریبوں کی مدد کرتی ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کر سکتی ہوں گی، لیکن صرف اس لیے چھوڑتی گئیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس دنیا کی زندگی سے صرف بقدرِ ضرورت لیا ! تو وہ اپنی تجوریاں بھر کے کیا کرتیں !

میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا وہ مجھے بہت اعلیٰ و ارفع لگیں، بالکل ایسی جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آ جائے، دنیا سے بے رغبتی بڑھ جائے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمیں آج اپنے ارد گرد ایسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں، جنھیں دیکھ کر سادگی اپنانے کو دل چاہے، جنھیں دیکھ کر حقیقتاً آخرت کی یاد دل میں پیدا ہو جائے۔ انسان اپنی قبر، حشر کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ دنیا کی حقیقت اس پر کھل جائے۔

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

اور یہ دنیا تو محض دھوکے کا سامان ہے !

شام ہوئی تو میں اپنے گھر واپس آ گئی۔ ایک نیا جذبہ اور نئی سوچ لے کر ! اس دنیا کے دھوکے میں اب نہیں آنا ! اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ہے، اپنی خواہشات کو اندھا دھند پورا کرنے کی فکر میں نہیں پڑنا بلکہ اپنے پیارے نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنا ہے، ان شاء اللہ ! ! وہ جو کہہ گئے تھے :

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

دنیا میں ایسے گزر بسر کرو جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے

اُمِّ محمد سلمان

دوسری و آخری قسط

گھر کی خوشیاں

ام ایشاع

یہ ان دنوں کی بات ہے، جب میری شادی کو تین چار سال ہی ہوئے تھے - عیدالاضحیٰ کا موقع تھا اور عید کا تیسرا دن تھا جب میری دونوں بڑی نندوں نے مع اہل و عیال عید ملنے آنا تھا۔

اماں جی اس دن بہت خوش تھیں، کہنے لگیں: ''بہو! کھانا اچھا سا بنا لینا۔۔۔ ایسا کرو قورمہ، شامی کباب اور کچھ میٹھا بنا لو، ساتھ رائتہ سلاد وغیرہ۔'' میں نے کہا ٹھیک ہے اماں جی! اور میں بھی خوشی خوشی اپنے کام میں لگ گئی۔ ہاں! میں واقعی خوش تھی۔ تہوار پہ بہنیں بیٹیاں گھر آتی ہیں، تب ہی تو خوشی دوبالا ہوتی ہے۔

میں صبح ناشتے کے بعد ہی باورچی خانے میں مصروف ہو گئی۔ سب سے پہلے کھیر بنا کے رکھی، تاکہ ٹھنڈی ہو جائے تو فریج میں رکھ دوں، پھر قورمہ بنایا، شامی کباب بنانے کے لیے گوشت اور دال میں باقی مصالحے ڈال کر چولہے پر پکنے کے لیے رکھا اور دوسرے کام نمٹانے لگی۔ جب وہ آمیزہ پک کے تیار ہو گیا تو اسے سل پر پیس لیا۔ پہلے گرما گرم روٹیاں پکا کے ہاٹ پاٹ میں رکھیں اور پھر کباب تلنا شروع کیے۔ اتنے میں مہمان بھی آگئے اور میری دونوں چھوٹی نندوں نے دسترخوان پہ کھانا چُن دیا۔

جب سب کھانے سے فارغ ہوگئے تو دونوں نندیں بھی اماں کے پاس ہی آ کر ان کے پلنگ پر بیٹھ گئیں۔ چھوٹی نند اپنے شوہر کا نام لے کر کہنے لگیں: ''اماں! ساجد کہہ رہے تھے کباب چٹ پٹے نہیں بنے، مرچیں کم رہ گئیں۔''

میرا دل ایک دم ہی دھک سے رہ گیا: ''ہائے اللہ! اتنی محنت کرنے پر بھی کھانا انھیں پسند نہیں آیا۔'' ابھی میرے دل میں ایسے ویسے خیالات آنا شروع ہی ہوئے تھے کہ ایک دم اماں کی آواز آئی: ''کیا کہا تم نے؟ کباب اچھے نہیں لگے تمہارے میاں کو؟ (اماں کا انداز بڑا تیکھا تھا) یہاں ہماری بہو صبح سے کام میں لگی ہے، دو گھنٹے بیٹھ کر اس نے سِل پہ کباب کا مسالا پیسا ہے اور تمہارے میاں کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔۔۔؟؟؟''

''حد کر دی تم نے۔۔۔ ارے وہ ہری مرچوں کی چٹنی علیحدہ سے بنا کے تو رکھی تھی بہو نے، ساتھ میں رائتہ سلاد سب کچھ تھا اور تمہارے میاں کو چٹ پٹے ہی نہیں لگے۔ جاؤ بی بی! خود اپنے گھر جا کر میاں کو مرچوں کے کباب بنا کر کھلا دینا۔'' چھوٹی آپا ایک دم سے گھبرا گئیں۔

''ارے نہیں اماں! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ کھانا بہت اچھا بنا، میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ کباب میں تھوڑی مرچیں کم تھیں۔''

''ہاں! وہی میں بھی کہہ رہی ہوں کہ ذرا سی مرچیں کم رہ گئیں تو کون سی بڑی بات ہو گئی؟ میں نے ہی کہا تھا اسے کہ کباب میں مرچیں کم رکھے۔''

چھوٹی آپا جز بز ہو کر رہ گئیں، کہنے لگیں: ''اماں! ایسا لگ رہا ہے ہم پرائے ہیں اور وہ آپ کی بیٹی ہے۔''

''ارے ہاں یہی ہے میری بیٹی! تم تو اپنے اپنے سسرال چلی گئیں۔ یہ دونوں چھوٹی بھی چلی جائیں گی۔ میرے ساتھ تو وہی رہتی ہے نا!! میرے گھر کی رونق ہے، میرے آنگن کی بہار ہے اور میری کتنی خدمت کرتی ہے تو میں کیوں نہ اسے اپنی بیٹی سمجھوں؟ اور یاد رکھو تم! میری بہوئیں، میری بیٹیاں ہی ہیں۔ میں انھیں بیٹی سمجھتی ہوں تو وہ مجھے ماں سمجھتی ہیں۔''

اور میں حیران ہو کر انھیں دیکھ رہی تھی۔ جانے کیوں آج انھیں جلال سا آ گیا تھا، حالاں کہ ان کا مزاج تو ایسا نہیں تھا۔ بعد میں، میں نے پوچھا: ''اماں آپ کو اتنا غصہ کیوں آ گیا تھا اس وقت؟ اتنی سی تو بات تھی۔''

تو کہنے لگیں: ''اتنی سی بات کہاں تھی؟ تم صبح سے ان کے لیے کھانے پکانے میں مصروف تھیں اور بجائے کھانے کی تعریف کرنے کے، وہ نقص نکالنے لگ گئیں، یہ کتنی غلط بات ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا ان کے اس طرح کہنے سے۔'' اور میں تشکر بھری آنکھوں سے انھیں دیکھتی ہی رہ گئی۔

بس ایسی ہی تھیں میری ساس امی! اس دنیا سے چلی گئیں، مگر اب بھی میری یادوں اور دعاؤں میں رہتی ہیں۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کبھی میرے پکائے ہوئے کھانوں میں انھوں نے عیب نکالا ہو، اچھا نہ لگتا تو کہتی تھیں: ''اگلی بار جب پکاؤ تو مجھ سے پوچھ لینا۔''

اور اس وقت تو میری شادی کے شروع دن ہی تھے۔۔۔ جب انھوں نے مجھے سودا لا کے دیا اور کہنے لگیں: ''دلہن! آلو گوشت پکا لو، لیکن شوربا تھوڑا پتلا رکھنا۔'' میں نے حسبِ عادت سعادت مندی سے سر ہلا دیا اور جب دوپہر کو کھانا لگایا تو وہ پہلا لقمہ لیتے ہی بے ساختہ ہنسنے لگیں۔

''اے دلہن! یہ کیا پکایا ہے تم نے؟ یہ کیا قیدیوں کا سا سالن بنا کے رکھ دیا؟ اُفف خدایا! اتنا شوربہ؟'' اور پھر ہنسیں۔۔۔ اور میں حیران۔۔۔ ''اماں! آپ نے ہی تو کہا تھا کہ شوربہ پتلا رکھنا ہے؟''

ہاں، میں نے کہا تھا بہو! لیکن اتنا زیادہ نہیں۔ آئندہ جب پکاؤ تو شوربہ اس سے کم رکھنا۔ ''چلو آ جاؤ! اب تم بھی کھانا کھا لو شاباش۔'' اور میں نے بھی ان کا وہ قیدیوں والا جملہ خوب انجوائے کیا۔

اکثر کھانا کھاتے ہوئے چھوٹے بچے میری گود سے لے لیا کرتی تھیں۔ ''لاؤ اسے مجھے دو، تم آرام سے کھانا کھا لو۔ پتا ہے مجھے جب بچے گود میں ہوں تو کہاں سکون سے کچھ کھایا جاتا ہے۔'' ان کے ہوتے مجھے کبھی ایسی صورتِ حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ زندگی میں سکون تھا، آرام تھا، خوشیاں تھیں، صرف اس لیے کہ وہ بہو کو اپنی بیٹی سمجھتی تھیں۔ ان کی باتیں تو بہت ہیں، جی چاہتا ہے ان پر ایک کتاب لکھ دوں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین یا رب العالمین!

قربانی

راحیلہ خان ایڈووکیٹ

آج عبداللہ بے حد خوش تھا۔ کئی سال سے جس دن کا انتظار تھا، وہ آ گیا تھا۔ چھٹی کے بعد اس کو حج فارم بینک میں جمع کرانا تھا۔ پچھلے پانچ سال سے وہ ہر ماہ اپنی آمدنی سے بچت کر کے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر رہا تھا۔ کئی بار تو مہنگائی اور گھریلو اخراجات کے سامنے یہ بچت مشکل ہو جاتی، مگر پھر وہ نئے سرے سے جُت جاتا اور اب بالآخر وہ حج کے اخراجات جمع کرنے میں کام یاب ہو گیا تھا۔ اس کی خوشی میں عبداللہ اکیلا نہیں تھا، بلکہ اس کی بیوی بھی شریک تھی، جس نے اس سے منہ دکھائی میں ہی اللہ کے گھر کو دیکھنے کی فرمائش کر ڈالی تھی۔ اُس وقت تو عبداللہ کی اتنی جمع پونجی نہیں تھی، مگر اس نے اپنی بیوی سے وعدہ کیا کہ وہ ہر ماہ بچت کرے گا اور جلد اس کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہو کر فریضہ حج ادا کرے گا۔

اس دنیا میں یہ خواہش رکھنے والا عبداللہ واحد شخص نہیں تھا، مگر اپنی خواہش، شوق اور مذہبی فریضے کی ادائیگی کے لیے اتنی استقامت دِکھانے والا دوسرا شخص تھا کیوں کہ پہلے نمبر پر ماسی رقیہ تھیں جو کہ سال ہا سال سے اپنی بے حد کم آمدنی سے پائی پائی جوڑ رہی تھی، تاکہ سفر حجاز کر سکے۔ مگر وہ ایک معمولی ماسی تھی جو جوانی میں بیوہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے گھر برتن دھوتے اور جھاڑو پوچھا کرتے اپنے بچوں کو پال رہی تھی۔ جب ان کے بچے بڑے ہوئے تو ان کو کچھ اُمید ہوئی کہ وہ اب اِن بچوں کی کمائی سے حج کا فریضہ ادا کر سکیں گی، مگر شومئی قسمت کہ ان کے لڑکے بلا کے نکھٹو نکلے اور ہر وقت سست پڑے رہتے۔ کوئی کام نہ کرتے جب بھی ماسی رقیہ کسی سے سفارش کروا کر ان کو کام پر لگواتی تو کسی نہ کسی بہانے کام چھوڑ دیتے، پھر سوتے رہتے یا یار دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے۔ گھر چلانے کا سارا بوجھ اب بھی ماسی رقیہ کے سر تھا۔ ان حالات کے باوجود ان کا اللہ کے گھر جانے اور حج جیسی عبادت کو چھوڑ دینے کا خواب نہ ٹوٹا۔ بس وہ سالوں سے کچھ رقم پس پشت کرتی اور دعا کرتی رہتی کہ اللہ ان کو بلا لے۔ جب کبھی ٹی وی پر لوگوں کو اللہ کے گھر کا طواف کرتے دیکھتی یا حجرِ اسود کو چومتے دیکھتی یا جب رسول اللہ ﷺ کے روضے کی جالیاں دیکھتی تو تڑپ جاتی، ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں، دل ہی دل میں پھر دعائیں کرنے لگتی۔

پھر ایک دن انھوں نے اپنے پڑوسی عبداللہ سے ہی پوچھا کہ "بیٹا! تمھاری بیوی کہہ رہی تھی کہ تم حج پر جا رہے ہو؟"

"جی اماں جی!" عبداللہ بولا۔

"بیٹا! میں نے کچھ رقم جمع کی ہے اور میری کمیٹی بھی ملنے والی ہے، بس میرے ساتھ کوئی اور نہیں ہے، کیوں کہ اتنی رقم میں تو میں ہی جا سکتی ہوں تو بیٹا! اگر تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میرے کاغذات بھی بنوا دو اور ساتھ بھی لے چلو۔" ماسی رقیہ بولی۔

"اماں! یہ تو خوشی کی بات ہے۔ مجھے کیوں کوئی اعتراض ہوگا بھلا؟" عبداللہ نے بخوشی جواب دیا۔

ماسی یہ سن کر خوشی سے پھولے نہ سمائی اور گھر جا کر وہ رقم نکالی جو اس نے جمع کی تھی اور لا کر عبداللہ کو دے دی۔

ماسی کی اللہ کو آزمائش منظور تھی، اس لیے حج اور اس کے لیے جمع رقم کا ان کے بیٹوں کو پتا چل گیا۔ بس پھر کیا تھا صبح شام ایک ہی رَٹ لگائے کہنے لگے کہ "اماں! ہمیں کاروبار کرا دو، ہم خود اگلے سال آپ کو حج کروائیں گے۔" ماسی بے چاری انکار کیا کرتی کہ بیٹے خودکشی کی دھمکیاں دینے لگے تو بے ماسی بیٹوں سے اگلے سال حج کرانے کا وعدہ لے کر عبداللہ کے پاس آئی۔ عبداللہ سب صورتِ حال سمجھ گیا تھا، مگر ماسی رقیہ کو سب بتا کر دُکھی اور رنجیدہ کرنے کا کیا فائدہ، اس لیے عبداللہ نے وہ رقم واپس دے دی۔ عبداللہ کئی دن ماسی کے بیٹوں پر کفِ افسوس ملتا رہا کہ ایسی نیک عورت کو کسی نانجار اولاد ملی ہے جو اس کے سفرِ حج کے پیسوں کو بھی چھوڑنے کو تیار نہیں۔

پھر ایک ماہ بعد ہی خبر ملی کہ ماسی کے بیٹے جس دوست کے ساتھ مل کر کاروبار کی پلاننگ کر رہے تھے، وہ غائب ہو چکا ہے۔

ماسی یہ سب برداشت نہ کر سکی اور اُسے دل کا دورہ پڑ گیا۔ دیگر پڑوس کے ساتھ عبداللہ بھی ماسی کو ہسپتال لے آیا، اب ڈاکٹر آپریشن کا بول رہے تھے۔ عبداللہ نے ڈاکٹر سے اخراجات پوچھے تو تقریباً سات لاکھ تھے، یعنی ماسی نے حج کے لیے جو رقم جمع کی تھی جو اس کے بیٹے لٹا بھی چکے تھے، وہی رقم اب زندگی کے لیے ضروری تھی۔ عبداللہ دیگر پڑوسیوں کے ساتھ ابتدائی ٹریٹمنٹ کے بعد ماسی کو گھر لے آیا، مگر ماسی کی حالت ہرگز اچھی نہیں تھی، فوری آپریشن ضروری تھا۔ بیٹوں کی نااہلی سب کے سامنے تھی، سارے پڑوس نے باہمی امداد کا فیصلہ کیا، مگر ایک لاکھ کی معمولی رقم ہی جمع ہو پائی۔

رات عبداللہ دیر تک جاگتا اور ماسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ عبداللہ کو یاد تھا کہ ماسی رقیہ کس طرح اپنے حج کے لیے بے چین تھیں، اللہ کے گھر کو دیکھنے کی ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے، مگر ماسی رقیہ تو اس سفر کے لیے دیوانی تھی۔ اب یہ خواب ٹوٹا ہے تو ماسی رقیہ کی جینے کی اُمنگ ہی ختم ہو گئی ہے۔ عبداللہ رات دیر تک سوچتا رہا، پھر تہجّد کی نماز میں اس نے ایک فیصلہ کیا اور پھر اپنی بیوی کو ساری بات بتائی، اللہ کا شکر کہ بیوی بھی اس کی حمایتی نکلی۔ عبداللہ نے بینک سے ساری رقم نکالی آدھی رقم ہسپتال میں جمع کرائی اور آدھی ماسی رقیہ کے سفرِ حج کے لیے محفوظ کر لی، تاکہ ماسی صحت یاب ہو کر اپنے خواب کو پورا کر سکیں۔ عبداللہ کو اس سال حج کا سفر نہ کرنے کا افسوس تو ضرور تھا، مگر اس قربانی کی بے حد خوشی بھی تھی۔ وہ ایک نئے سرے سے محنت میں لگ گیا۔ دوسری طرف فرشتوں نے عبداللہ کی یہ قربانی لکھ لی۔

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹراساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

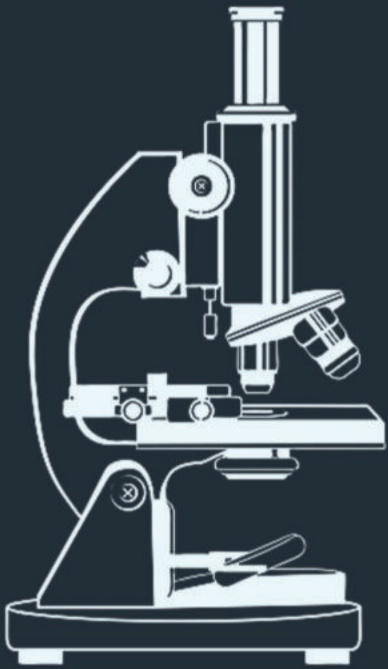

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز
مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی
PSO پمپ سے متصل کراچی۔

تقسیم

مہوش اسد شیخ

"گڑیا! جلدی سے تیار ہو جاؤ، بابا اور بھیا نماز پڑھنے کے لیے جا چکے ہیں، کچھ ہی دیر میں واپس آ جائیں گے۔" مومنہ نے چار سالہ ارحہ کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے ہوئے اسے جگانے کی کوشش کی۔ اس نے کسمسا کر کروٹ بدل لی۔

"جلدی جلدی اٹھ جاؤ، نماز کے فوراً بعد قصائی بھی آ جائے گا۔ میری گڑیا نے آج اپنے بکرے کو الوداع بھی تو کرنا ہے۔" بکرے کے ذکر پر ارحہ نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"آج میرا بکرا چلا جائے گا۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"جی آج بکرا چلا جائے گا، کیا آپ خوش نہیں کہ آپ کا بکرا جنت میں رہے گا۔" مومنہ نے اس کا دل بہلانے کی سعی کی۔

ارحہ منھ بسورتی ہوئی بستر سے نکل کر ماں کی گود میں آ بیٹھی۔ مومنہ اسے واش روم تک لے گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ارحہ خوب صورت فراک پہنے تیار کھڑی اپنے بھائی اور بابا کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اپنے بکرے کے پاس جانا چاہتی تھی، لیکن بھیا کے بغیر اکیلے بکرے کے پاس جاتے اسے ڈر بھی محسوس ہوتا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ اپنا ننھا سا دوپٹا اور پرس بمشکل سنبھالے دروازے کی طرف بھاگی۔ سلیم صاحب نے اندر آتے ہی اپنی گڑیا کو بانہوں میں بھر لیا۔ عید مبارک کا شور بلند ہوا تو مومنہ بھی لاؤنج میں نکل آئی۔

"مما! جلدی سے ناشتا دے دیجیے، قصائی انکل آتے ہی ہوں گے۔" آٹھ سالہ ریحان، چھوٹی بہن کو پیار کرنے کے بعد ماں کے قریب چلا آیا۔ مومنہ نے جھک کر بیٹے کی پیشانی چومی اور کچن کی طرف چلی گئی۔

ناشتے کے بعد بچے بکرے کے پاس چلے گئے۔ سلیم صاحب فون لیے اپنے عزیز و اقارب کو مبارک باد دینے میں مصروف ہو گئے اور مومنہ برتن سمیٹنے لگی۔

"بھیا! مما بتا رہی تھیں آج ہمارا بکرا ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جائے گا۔" ارحہ کے لہجے میں اداسی تھی۔

"ہاں! ایسا ہی ہے۔" ریحان نے بکرے کے سامنے پانی رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیوں! کیا اس کا جانا بہت ضروری ہے؟ مجھے اپنا بکرا بہت اچھا لگتا ہے، میں اس کے بغیر اداس ہو جاؤں گی۔" اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اُداس کیوں ہوتی ہو، یہ جنّت میں جا رہا ہے، جب ہم جنّت میں جائیں گے، یہ وہاں ہمارے ساتھ خوب کھیلے گا اور مزے کی بات کہ یہ تب کہیں نہیں جائے گا، ہمیشہ ہم سب جنّت میں رہیں گے۔" معصوم ریحان نے بہن کو بہلانے کی کوشش کی اور قدرے کامیاب بھی رہا کہ ارحہ نے اپنی آنکھیں ہاتھ کی پشت سے صاف کر لیں اور خوشی سے بولی۔

"پھر ہم بہت مزہ کریں گے۔"

"ہاں، بہت زیادہ!" ریحان بہن کو خوش دیکھ کر مسکرا دیا۔

"قصائی انکل آ گئے، قصائی انکل آ گئے!" بچوں نے شکیل قصائی کو دیکھتے ہی شور مچا دیا۔

بچوں کی آواز سنتے ہی سلیم صاحب نے فون بند کیا اور باہر نکل گئے۔ باپ کے اشارے پر ریحان سہولت سے ارحہ کو اندر لے گیا، سلیم صاحب نہیں چاہتے تھے معصوم ارحہ قربانی کا منظر دیکھے۔

قصائی صاحب اپنے کام میں جُت گئے، ایک گھنٹے تک وہ فارغ ہو چکے تھے۔

"واہ بھائی صاحب! آپ تو بہت پھرتیلے ہیں، ہمارا بیل جس کی قربانی کرنی ہے، وہ گجروں کے ڈیرے پر باندھ رکھا ہے، کل بھی وقت پر آ جائیے گا۔" سلیم صاحب نے انھیں سراہنے کے بعد کل کا پروگرام بھی سیٹ کر لیا۔

"جی ٹھیک! آپ فکر نہ کیجیے، شکیل کی ایک زبان ہے۔" شکیل قصائی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر تعظیماً سر جھکایا، سلیم صاحب نے بھی اس کی نقالی کی، دونوں مسکرا دیے۔

سلیم صاحب، شکیل کے ساتھ باہر نکل گئے۔ مومنہ باہر نکل آئی۔

"چلو ریحان بیٹا! میرے ساتھ یہ سارا گوشت اندر لے چلو۔"

"اندر کیوں لے کر جانا ہے، ابھی تقسیم بھی تو کرنا ہے۔" ریحان نے حیرانی سے کہا۔

"نہیں بیٹا! یہ گوشت تقسیم نہیں کرنا۔"

"لیکن مما! اللہ تعالیٰ نے تو کہا ہے گوشت کے تین حصے کرو۔۔۔ ایک غریبوں کے لیے، ایک رشتے داروں کے لیے اور تیسرا حصہ اپنے لیے۔"

"آپ میرے استاد نہ بنیے، مجھے معلوم ہے۔ یہ گوشت ہم گھر رکھیں گے اور کل جو بیل کی قربانی ہو گی، اس کا گوشت تقسیم۔۔۔"

"نہیں مما، تقسیم کا یہ طریقِ کار درست نہیں!" ریحان نے ماں کی بات کاٹ دی۔

مومنہ ہونق بنی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"اگر کوئی دس جانور ذبح کرے اور دو چار مکمل طور پر صدقہ کر دے اور باقی رکھ لے تو یہ طریقِ کار درست نہیں۔ ہر جانور کے گوشت سے کچھ نہ کچھ تقسیم کرنا اور خود بھی کھانا چاہیے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے، ان سب کی ایک ایک بوٹی ہانڈی میں جمع کر کے پکانے کا حکم دیا اور آپ نے اس کا شوربہ پیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ شوربے میں سبھی اونٹوں کا کچھ حصہ شامل ہو گیا تھا، وہ سارے اونٹوں کا گوشت کھا نہیں سکتے تھے۔ اب آپ بیل سارا تقسیم کر دیں اور بکرا گھر رکھ لیں، یہ رویہ، یہ تقسیم بھلا کیسے درست ہو سکتی ہے؟"

"آپ کو یہ سب کس نے بتایا ہے۔" مومنہ نے کمزور لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے استادِ محترم کچھ دنوں سے ہمیں اسی قسم کے مسائل سمجھا رہے تھے۔"

"ریحان ٹھیک کہہ رہا ہے۔" سلیم صاحب بھی ریحان کی باتیں سن چکے تھے۔

"بیگم ہمارا یہ رویہ بھی نامناسب ہے کہ ہم جانور کے گوشت میں سے اپنا من پسند گوشت اپنے لیے الگ کر لیتے ہیں اور جو ہم پسند نہیں کرتے وہ بانٹ دیتے ہیں۔ یہ تو ہم نے قرآن و حدیث میں پڑھ ہی رکھا ہے کہ اپنی پسندیدہ شے کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا افضل ہے۔" مومنہ کی سمجھ میں ساری باتیں آ چکی تھی، وہ محبت پاش نگاہوں سے اپنے چھوٹے سے بیٹے کو دیکھ رہی تھی، اصلاح ضروری نہیں کہ بڑے ہی چھوٹوں کی کرتے ہیں، کبھی کبھی چھوٹے بھی بڑوں کو صحیح راہ دکھا دیا کرتے ہیں۔

حقیقی قربانی

انیسہ عائشہ

گلی میں کھڑا قد آور، تن دُرست، توانا و خوب صورت بیل سب بچوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سب کی رشک آمیز نگاہیں بیل کی رسی تھامے کھڑے علی پر ٹکی تھیں، جو اپنے بیل کی خصوصیات گنوا رہا تھا۔ فخریہ انداز میں بیل کی قیمت بتاتے ہوئے اس نے بچوں کی بولتی ہی بند کروادی۔ کچھ دیر بعد رحمان بابا بیل کو حویلی میں لے جانے کے لیے آئے تو سب اپنے گھروں کی جانب چل دیے۔ آخر میں کھڑا مامون بھی قدرے افسردہ سے تاثرات اور بوجھل دل لیے گھر کی جانب مڑ گیا۔

◆◆◆

عبدالقادر اسٹریٹ میں واقع یہ دو بھائیوں کے گھر تھے، مگر دونوں کی ظاہری حالت میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ دائیں جانب ایک طرف لکڑی کا خستہ سے دروازے والا گھر بڑے بھائی عبدالحکیم کا تھا جبکہ بائیں جانب تین منزلہ پُرشکوہ "عبدالعلیم وِلا" کے نام سے اپنی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ باہر کی طرح دونوں گھرانوں کے مکینوں کی اندرونی حالت میں بھی یکساں فرق تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ بڑے بھائی عبدالحکیم ایک معمولی سے فیکٹری ورکر تھے۔ والد کی وفات کے بعد انھوں نے کم عمری میں ہی روزی روٹی کمانے کی بھاری ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لی تھی۔ وہ خود تو زیادہ پڑھ لکھ نہ سکے تھے، مگر چھوٹے بھائی کو پڑھانے کے لیے دن رات محنت کی۔ یوں آج عبدالعلیم پڑھ لکھ کر شہر کی مشہور برانچ کے بینک مینیجر تھے۔ بڑے بھائی کی بیگم انھی کی طرح اوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس کے برعکس بیگم عبدالعلیم امیر خاندان کی چشم و چراغ تھی۔ یوں چھوٹے بھائی پر مادّی دولت کی دیوی مہربان تھی تو بڑے بھائی کا گھرانہ صبر و شکر، قناعت، عجز و انکساری جیسی نعمتوں سے مالا مال تھا۔ عیدالاضحیٰ کی آمد قریب قریب تھی۔

◆◆◆

اگرچہ بڑے بھائی عبدالحکیم "صاحبِ نصاب" نہیں تھے، مگر اپنی خواہش اور بچوں کی خوشی کی خاطر کئی ماہ پہلے ہی گاؤں سے سستے داموں دُبلا پتلا سا بکرا خرید لائے تھے، جیسے جیسے عیدِ قربان کے دن قریب آرہے تھے، بچے خصوصی طور پر سب سے چھوٹے مامون کا دل اپنے بکرے سے جدائی کا سوچ سوچ کر اُداس ہوتا جا رہا تھا۔ عید میں صرف پندرہ دن رہ گئے تھے اور عبدالعلیم صاحب کے گھر قربانی کا کوئی ذکر تک نہ تھا۔ یہ اچنبھے کی بات تھی۔ آخر کار عید سے ہفتہ بھر قبل عبدالعلیم صاحب ایک خوب صورت سا بیل لے آئے، جو آتے ہی محلے بھر کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ جب ان کا بیٹا حمزہ بیل کی رسی تھامے محلے میں گھمانے لاتا تو سارے بچے اشتیاق کے مارے اس کے گرد جھمگٹا بنا کر کھڑے ہو جاتے۔ بیگم عبدالعلیم کی زبانی اپنے بیل کی قیمت و خصوصیات سُن سُن کر محلے بھر کی عورتوں میں سے کچھ رَشک تو کچھ حسد کا شکار ہو گئی تھیں۔ وہ کافی حد تک ماڈرن اور سوشل خاتون تھیں، سو وسیع حلقہ احباب رکھتی تھیں۔ باقی کی رہی سہی کسر انھوں نے اسٹیٹس لگا کر اور سوشل پلیٹ فارم پر اپنے بیل کی تصاویر اپلوڈ کر کے خوب واہ واہ سمیٹی۔ اس سارے عمل سے انھیں ایک عجب سی تسکین کا احساس ہوا تھا۔

◆◆◆

آج مامون گھر آیا تو افسردہ سا تھا۔ اس کا بجھا چہرہ امی کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔ انھوں نے پیار سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی تو وہ گویا ہوا: "اماں! آپ کو پتا ہے کہ چچا جان اس بار پورا بیل قربان کریں گے!" اس کی بات سُن کر امی کے دل میں خیال گزرا کہ وہ شاید اپنے چچازاد کے بیل کے مقابلے میں اپنے بکرے کی کم مائیگی پر افسردہ ہے کہ بیل کی شہرت کے قصے ان تک بھی پہنچ گئے تھے، مگر وہ کہہ رہا تھا۔۔۔ "اماں! ایک بیل میں سے قربانی کے سات حصے بنتے ہیں۔ یوں علی لوگوں کو سات کے سات حصوں کا ثواب ملے گا نا اور ہمیں کم ثواب ملے گا۔ اس کے معصومانہ سوال پر انھیں بے اختیار ہی جی بھر کر پیار آیا۔ "میرے پیارے بیٹے! آپ کو یہ والی حدیث تو یاد ہے نا کہ "تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔" دیکھو! اگر ہم خالص نیت سے اپنی استطاعت کے مطابق قربانی کریں گے تو ہمیں بھی پورا پورا ثواب ملے گا۔ اللہ کے نزدیک کوئی چھوٹا بڑا یا کم زیادہ کچھ اہم نہیں ہوتا۔ اللہ کے نزدیک اہم خالص نیت ہوتی ہے۔ اگر نیت خالص ہوگی، اللہ کی رضا کے لیے قربانی کریں گے تو ہمیں بھی پورا پورا ثواب ملے گا۔"

مامون بہت سمجھ دار بچہ تھا۔ وہ امی کی بات جلد ہی سمجھ گیا اور مزید تن دہی سے اپنے بکرے کی خدمت میں جُت گیا۔ مامون نے سال بھر بکرے کی خدمت کی تھی۔ اسکول سے آنے کے بعد سارا ٹائم وہ اسی کے آس پاس پایا جاتا تھا۔ اس کے ناز نخرے اٹھاتے اٹھاتے مامون کو اپنے بکرے سے ایک عجب سا انس اور لگاؤ ہو گیا تھا۔ قصائی کو بکرے کی گردن پر چھری پھیرتے دیکھ کر اس کا دل ڈوب کر ابھرا، مگر اس وقت ہی اسے حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السّلام کا قصہ یاد آ گیا۔ ساتھ ہی امی کی نصیحت ذہن میں گونجی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز قربان کرنا ہی اصل قربانی ہے۔ وہ ڈبڈباتی آنکھوں سے اپنے بکرے کو قربان ہوتا دیکھتا رہا۔ قربانی کے بعد امی نے گوشت کے تین برابر حصے کیے اور پھر منصفانہ طریقے سے بانٹنے کے لیے شاپروں میں منقسم کر دیا، جو مامون اپنے بابا کے ساتھ مل کر شام گئے مستحقین تک پہنچا آئے۔ امی نے سارا گوشت تقسیم کروا دیا، اپنے لیے تھوڑا سا ہی گوشت رکھا تھا۔ سارا دن مصروفیت اور بھاگ دوڑ کے باوجود وہ لوگ پُرسکون تھے اور عجب سی خوشی محسوس کر رہے تھے۔ ایک نامعلوم سی طمانیت انھیں سرشار کیے دے رہی تھی۔

◆◆◆

دوسری جانب قصائی آ گیا تھا۔ بیل کو ذبح کیا جا رہا تھا۔ چند دن پہلے لائے گئے اور پھر حویلی میں ٹھہرائے گئے بیل سے بچوں کو کیا لگاؤ ہو سکتا تھا، سو وہ سامنے کھڑے قربان ہوتے بیل کی وڈیو بنا رہے تھے۔ یہاں بھی گوشت کے تین حصے کیے گئے، مگر ترتیب کچھ یوں رہی

میں اور سعدیہ

نادیہ حسن

میری زندگی کا سفر شروع ہوا تو میرا اور میری سہیلی، میری پیاری سی بہن سعدیہ کا میرے ساتھ دن رات کا ساتھ تھا۔ اکٹھے کھانا کھانا، اکٹھے اسکول آنا جانا، سپارے پہ جانا، شام کو گلی میں کھیلنا، ہوم ورک کرنا، دکان پہ چیز لینے جانا، اکٹھے سونا، غرض کوئی بھی ایسا کام مجھے یاد نہیں پڑتا جو میں نے بچپن میں اکیلے کیا ہو۔ وہ مجھ سے دو سال بڑی تھی، لیکن دِکھنے میں مجھ سے چھوٹی لگتی تھی۔ بچپن کا ایک ایک پل اس کے ساتھ گزرا کہ اگر ہم دونوں کو ایک مضمون لکھنے کو دیا جائے کہ "بچپن کیسے گزرا؟" تو مجھے یقین ہے ہم دونوں کا مضمون سو فیصد ایک ہی ہوگا۔۔۔ گویا ایک ہی بچپن ہم دونوں نے گزارا ہے۔۔۔

مل کر شرارتیں کرتے، شام کو گلی میں کھیلتے، کینٹ ایریا میں رہتے تھے تو سیکیورٹی ایشو نہیں ہوتا تھا۔ گھر کے باہر سڑک تھی وہیں شام کو کھیلنے جاتے اور اندھیرا گہرا ہونے پہ ہی لوٹتے۔۔۔ راز دار ہم اتنے پکے تھے کہ اب امی کے پاس بیٹھیں تو بچپن کی باتیں کرتے کرتے کوئی شرارت بتا دیں تو امی حیران رہ جاتی ہیں کہ تم لوگوں نے تب تو نہیں بتایا تھا۔۔۔!

امی گھر کے کاموں میں مصروف بہت ہوتی تھیں۔ بہن بھائی بھی ماشاءاللہ زیادہ تھے اور مہمان داری بہت رہتی تھی تو ہم دونوں خود ہی ایک دوسرے کے مسئلے حل کر لیا کرتے تھے۔

ایک بار ایک رشتے دار کی شادی تھی، جس پہ ہم نے اسکول سے چھٹی لینی تھی۔ مجھے یاد ہے ہمارے کافی گھنٹے لگے درخواست لکھنے میں کیوں کہ ہمیں یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ جس کی شادی ہے، اس کا ہم سے رشتہ کیا ہے؟ لیکن کسی بڑے کو زحمت دینے کی بجائے ہم نے خود ہی ایک متفقہ فیصلے سے کوئی رشتہ بنایا اور بالآخر درخواست مکمل کی۔۔۔

چوبیس گھنٹوں میں سے شاید تین چار گھنٹے ہم الگ رہتے ہوں۔ اسکول میں بھی فری پیریڈ اور بریک ہم اپنی دوستوں کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ گزارنا پسند کرتے تھے۔ سہیلیاں بھی ہم دونوں کی مشترکہ ہوتی تھیں۔۔۔ پھر رات کو سونے کے لیے لیٹتے تو جو وقت الگ گزرا ہوتا اس کی ایک ایک بات بتاتے، گھنٹہ گھنٹہ باتیں کرتے، صبح اٹھ کہ خواب سناتے تو اکثر اوقات ہم خواب بھی ایک جیسے دیکھتے تھے، رات کو جو باتیں کرتے سوتے تھے ویسے ہی خواب ہوتے۔۔۔

جیسے جیسے بڑے ہوئے اس کے اندر بڑی بہن ہونے کا احساس جاگنے لگا۔ اس نے میرے حصے کا ہر کام خود کرنا شروع کر دیا۔ میں پڑھائی میں مزید اچھی ہوتی رہی اور وہ گھر کے کاموں میں۔۔۔ اس کی پڑھائی سے کچھ خاص بنتی بھی نہیں تھی اور مجھے کام کرتا دیکھ بھی نہیں سکتی تھی تو کاموں میں لگی رہتی۔۔۔

یوں ہی وقت گزرتا رہا اور ہماری الگ الگ شہروں میں شادیاں ہو گئیں۔ گھر اور جاب وغیرہ کی ذمے داریوں میں اس قدر مصروف ہوئے کہ ملنا بھی مہینوں بعد ہونے لگا اور باتیں بھی کم سے کم ہوتی گئیں، لیکن سالوں گزرنے کے بعد اب بھی امی کی طرف ہم دونوں اکٹھے جاتے ہیں۔ کل بڑی بہن سے بات ہوئی، وہ بتا رہی تھیں سعدیہ امی کی طرف عید پہ نہیں آئی، کہہ رہی تھی جب نادیہ آئے گی تب آؤں گی۔۔۔ عید کو ایک ہفتہ گزر گیا، لیکن میری اس سے عید پہ بھی بات نہیں ہو سکی۔ سوچتی ہوں جو ہماری چوبیس گھنٹے باتیں ختم نہیں ہوتی تھی، اب مہینہ گزر جاتا ہے فون کرنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔ مہینے ڈیڑھ بعد اس کی کال میری برتھ ڈے پہ آئی تھی، جس کو میں اٹینڈ نہیں کر سکی تھی۔۔۔

میری اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اکثر بہنوں میں بہت دوستی ہوتی ہے، لیکن شادیاں اگر دوسرے شہروں میں ہو جائیں تو ملاقات ہی مہینوں بعد ہوتی ہے تو جن کا یہ سہانا دور چل رہا ہے، وہ اس خوب صورت وقت کی قدر کریں۔ زندگی میں بہت سے دوست ملیں گے، مختلف لوگوں سے واسطہ پڑے گا، لیکن وہ ان جیسے نہیں ہوں گے۔۔۔ زندگی کی بھاگ دوڑ میں گم ہونے سے پہلے ان رشتوں سے خوب لطف اندوز ہوں۔ بہن بھائیوں اور ماں باپ کے ساتھ گھر میں جو سکون ہے، وہ اس دنیا میں کہیں بھی نہیں۔۔۔

کہ قربانی کے ہوتے ہی بیگم صاحبہ نے سب سے پہلے اچھے قسم کے گوشت سے اپنے فریج اور ڈیپ فریزر کو لبالب بھروایا۔

دوسرے نمبر پر اچھے اچھے شاپر بنا کر نامی گرامی ہستیوں اور صاحب کے دوستوں کے گھر حصہ بھیجا گیا (جو کہ خود بھی صاحبِ ثروت تھے اور انھوں نے خود بھی بڑے بڑے جانوروں کی قربانی کی تھی، مگر اپنا نام اور ساکھ برقرار رکھنے کے لیے یہ فریضہ انجام دیا گیا) مساکین کے نام پر قدرے ناقص قسم کے گوشت کے چھوٹے چھوٹے سے شاپر بنا کر ماسی اور سامنے والی جھگیوں میں حصہ پہنچا دیا گیا اور یوں قربانی کا فریضہ پورا ہوا۔

آسمان کے تھال پر چمکتا سورج یہ منظر دیکھتا زرد سا چہرہ لیے غروب ہو گیا۔ کون جانے ریاکاری اور دِکھاوے کے بڑے جانور کے مقابلے میں خلوصِ نیت سے قربان کیا گیا کمزور اور دُبلا سا بکرا قبولیت کا درجہ پا گیا ہو کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہاری نیت پہنچتی ہیں۔ (الحج:37)

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

2200+

یتیم بچے زیرِ کفالت

رہائش، خوراک، تعلیم و تربیت

Saiban

FOR ORPHANS

BAITUSSALAM

ریشم کی آخری عید

حفصہ محمد فیصل

ایک دور دراز گاؤں میں، سبزہ زاروں کے درمیان ایک بڑا سا باڑا تھا، جہاں کئی جانور رہتے تھے۔
انہی میں ایک خوب صورت سفید گائے بھی تھی، جس کا نام "ریشم" تھا۔
ریشم کو یہ نام اس کی چمک دار سفید کھال اور نرم مزاج کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں معصومیت، چال میں وقار اور آواز میں ایک مٹھاس تھی۔ بچے اسے بہت پسند کرتے تھے اور وہ بھی بچوں کے گرد گھومنا، ان سے باتیں کرنا اور ان کے ساتھ کھیلنا پسند کرتی تھی۔
ریشم کی زندگی خوشیوں سے بھرپور تھی۔ اس کے مالک، چاچا کریم دین، اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ روز صبح ریشم کو اپنے ہاتھوں سے چارا کھلاتے، اسے نہلاتے اور اس سے باتیں کرتے جیسے وہ ان کی بیٹی ہو۔

وقت گزرتا رہا، دن، ہفتے، مہینے بیتتے گئے، پھر ایک صبح ریشم نے محسوس کیا کہ گاؤں کی فضا کچھ مختلف ہو گئی ہے۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ لوگ بازار جا رہے تھے، مویشی منڈیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ بچے خوشی سے باتیں کر رہے تھے: "ابا! ہمیں بڑی گائے لینی ہے"
"امی! ہم قربانی والے جانور کے ساتھ تصویر کھنچوائیں گے!" اس طرح کے جملے ریشم کے کانوں میں پڑ رہے تھے۔
ریشم کچھ پریشان ہوئی، اس نے اپنے ساتھی بیل "ہیرے" سے پوچھا: "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ لوگ اتنے پُرجوش کیوں ہیں؟"
ہیرے نے گہری سانس لے کر کہا: "ریشم! بقر عید قریب ہے۔ یہ مسلمانوں کا عظیم تہوار ہے، جس میں اللہ کے حضور قربانی دی جاتی ہے۔"
ریشم نے آنکھیں پھیلائیں، "قربانی! کس چیز کی؟"
"یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔ اللہ نے ان کا امتحان لیا تھا اور انھوں نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اللہ نے ان کی نیت دیکھ کر ان کے بیٹے کی جگہ ایک جانور بھیج دیا۔ اسی واقعے کی یاد میں مسلمان ہر سال جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔" ہیرے نے نرمی سے جواب دیا۔
ریشم خاموش ہو گئی۔ اس کی معصوم آنکھوں میں پہلی بار ایک سوال اُبھرا: "کیا میں بھی قربانی کے لیے منتخب ہو سکتی ہوں؟" ہیرے نے اس کی طرف دیکھا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک چاچا کریم دین آ گئے۔ ان کے ساتھ ان کا پوتا علی بھی تھا، جو پچھلے سال شہر سے پڑھائی مکمل کر کے آیا تھا۔
چاچا نے ریشم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا: "علی بیٹا، دیکھو! کیسی خوب صورت گائے ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے، اس سال ہم ریشم کی قربانی کریں گے۔"
علی نے چونک کر پوچھا: "دادا جان! ریشم؟ یہ تو آپ کی سب سے پیاری گائے ہے۔"
چاچا نے مسکرا کر کہا: "اسی لیے تو بیٹا! اللہ کے لیے وہی قربان کیا جاتا ہے جو ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہو۔"
ریشم سب کچھ سُن چکی تھی۔ وہ چپ چاپ ایک کونے میں جا بیٹھی۔ ہیرا اس کے قریب آیا اور بولا: "تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟"
ریشم نے آہستہ سے کہا: "نہیں ہیرے! میں صرف سوچ رہی ہوں کہ مجھے ہمیشہ لگا میں صرف ایک گائے ہوں، لیکن آج معلوم ہوا کہ میں کسی کے لیے خاص ہوں۔"

اگلے دنوں میں گاؤں بھر کے لوگ ریشم کو دیکھنے آتے۔ بچے اس کے ساتھ تصویریں لیتے، اسے سجایا جاتا، اس کے لیے نئے گلے کے ہار بنائے جاتے۔ علی روز شام کو ریشم کے پاس بیٹھتا، اسے پیار سے چارا کھلاتا اور اس کے ساتھ باتیں کرتا۔

ایک دن ریشم نے علی سے پوچھا: "تمہیں دکھ نہیں ہو گا جب میں قربان ہو جاؤں گی؟"
علی چونک کر بولا: "ریشم! تم بول سکتی ہو؟"
ریشم ہنس دی، "دل کی آواز ہر کوئی سُن سکتا ہے اگر وہ محبت سے سنے۔"
علی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"ہاں ریشم! دکھ تو بہت ہو گا، تم بچپن سے میرے ساتھ ہو، مگر دادا جان کہتے ہیں کہ قربانی صرف گوشت کاٹنے کا نام نہیں، یہ اپنی پسند، اپنی چاہت، اپنی انا، اپنی ضد کو اللہ کے حوالے کرنے کا نام ہے۔" ریشم خاموش ہو گئی، مگر اس کے دل میں اطمینان آ گیا۔

بقر عید کا دن آیا۔
عید کی نماز کے لیے گاؤں کے لوگ قریبی شہر نما قصبے کی عید گاہ گئے۔ اس دوران میں گاؤں کی فضا میں ایک عجیب سا سکوت تھا۔ سورج کی نرم کرنیں ریشم کے سفید بدن پر پڑ رہی تھیں، جیسے آسمان بھی اس کی رخصتی کے لیے روشنی بکھیر رہا ہو۔
نماز کے بعد سب واپس آئے۔ چاچا کریم دین نے ریشم کو پیار سے گلے لگایا، علی نے اس کی پیشانی چومی اور کہا: "ریشم! تم صرف ایک گائے نہیں، تم ہماری قربانی ہو۔ تمہاری قربانی میں ہماری محبت، عقیدت اور ایمان شامل ہے۔"

قربانی مکمل ہوئی۔ ریشم خاموشی سے اللہ کے حضور چلی گئی، مگر وہ گاؤں کے ہر فرد کے دل میں ایک یاد بن کر رہ گئی۔
چند دن بعد، علی نے گاؤں کے بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا: "ہم سب ریشم کی قربانی سے ایک بات سیکھیں گے۔ ہمیں صرف جانور نہیں، بلکہ اپنی ضد، انا، غصہ، نفرت اور خود غرضی بھی اللہ کے لیے قربان کرنی ہے۔ تبھی ہماری عید مکمل ہو گی۔"
ریشم کی کہانی گاؤں کے ہر گھر میں سنائی گئی اور ہر سال بقر عید پر لوگ ایک دوسرے کو یاد دلاتے:
"قربانی صرف جانور کی نہیں، دل کی ہوتی ہے۔"
یہ کہانی ہم سب کو سکھاتی ہے کہ قربانی کا مطلب صرف جانور کاٹنا نہیں ہوتا۔ اصل قربانی اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کے لیے چھوڑ دینا، اپنی غلط عادتوں، خود غرضی اور غرور کو مٹا دینا ہے۔ ریشم نے اپنی جان دے کر سب کو سکھایا کہ زندگی کا اصل مقصد دوسروں کے لیے جینا اور اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

شوربے والے آلو

قانتہ رابعہ

کبھی روپے پیسے کی ریل پیل تھی۔ لاکھوں کروڑوں کا چلتا کاروبار تھا تو زندگی کا مقصد ہی کھانا پینا رہ گیا تھا۔

منڈی کی تینوں دکانوں پر سات ملازمین کا کھانا گھر سے ہی جاتا۔

رزق کی کوئی جنس ترازو میں تول کر نہیں لی جاتی تھی۔

پیاز آلو مٹر ٹماٹر، کریلے اگر بوریوں میں آتے تو پھلوں کی ہر قسم وافر موجود رہتی۔

کیلے لنگر کے حساب سے تھے تو آموں کی سات آٹھ پیٹیاں آئے روز گھر پہنچا دی جاتیں۔ رات کے کھانے کے بعد کھلی چھت پر سب افرادِ خانہ جاتے، جہاں بڑے ابا اور بڑی امی ٹھنڈے ٹھار پانی میں آم بھگوئے سب بال بچوں کے منتظر ہوتے۔ بچوں سے کہہ دیا جاتا کہ ”بالٹی سے آم نکالو اور جیسے چاہو، جتنے چاہو کھاؤ!“ یہی معاملہ موسم کے دیگر پھلوں کے ساتھ کیا جاتا۔ خربوزے، تربوز، لیچی، آلو بخارے یہاں تک کہ بڑی امی کا میکہ کراچی سے تھا تو ان کی وجہ سے پپیتے کی بھی عزّت افزائی تھی۔

گھر کی چھت پر تندور تھا۔ آٹا گوندھنا اور سب افرادِ خانہ کی روٹیاں بنانا ایک فرد کا کام نہیں تھا۔ دو ملازمائیں اسی کام کے لیے الگ سے مختص تھیں۔

ہفتے میں ایک مرتبہ بکرا ذبح کیا جاتا اور ایک مرتبہ مرغ کا گوشت بنتا۔ چانپیں، نہاری، کباب کی تمام اقسام بھی مہینے میں ایک دو مرتبہ بہت اہتمام سے بنائی جاتیں۔

کھانے پینے میں تمام ملازمین شامل ہوتے کوئی تنگی نہ تھی رزق کی، نہ دل کی نہ رویوں کی۔۔۔

پھر یہ ہوا کہ صلاح الدّین صاحب نے تینوں بیٹوں اور دونوں بیٹیوں کی شادی کر دی۔

معاملات کھلے دل اور اس سے بھی کشادہ ہاتھوں سے نکل کر ان بیٹوں اور بہوؤں کے ہاتھوں میں چلے گئے، جو کھانا بننے سے پہلے پوچھ لیتے تھے ”کون، کتنی روٹی کھائے گا۔“

رزق ناپ تول کر پکنے لگا۔۔۔

ملازمین کو بمشکل ایک وقت کا کھانا دیا جاتا اور پھل تو تب آتے جب پورے شہر میں بھاؤ اتنا گر جاتا کہ شام کے وقت ٹھیلے والے مفت دینے کو بھی تیار ہوتے۔

بہوؤں کو مل بیٹھ کر کھانے کی بجائے اپنے اپنے کمروں میں کھانا اور کمائی کی رقم، پہننے اوڑھنے اور کھانے کی مختلف اشیا کی بجائے ویک اینڈ پر مہنگے ریسٹورنٹ میں پزا پاستا جیسی اشیا پر لگانا محبوب تھا۔ ہر دو تین ماہ کے بعد بیٹے اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ سیر و تفریح کی غرض سے شمالی علاقہ جات کا رُخ کرتے، مہنگے سے مہنگے ہوٹلوں میں قیام اور طعام کے بعد واپس آتے تو کئی دن سوشل میڈیا پر ان کی سیر و تفریح کے تصویری ثبوت دِکھائی دیتے۔

صلاح الدّین صاحب نے تینوں بیٹوں کے لیے بھلے وقتوں میں جدید کالونی میں الگ الگ پلاٹ خرید لیے تھے، بعد ازاں ان پر گھر بھی بنوا دیے۔ بیٹیاں بھی میکے کے چنے سے اُڑ کر سسرال نہیں جایا کرتیں۔

بیٹے بھی بیوی بچوں کے ساتھ پنچھی بن جاتے ہیں۔

گھر کا آدھا حصہ کرائے پر دے کر باقی گھر میں صلاح الدّین صاحب اور ماضی میں ان کی مملکت کی ملکہ بیوی رہ گئے۔

مہینے میں ایک دو مرتبہ بیٹیاں آ جاتیں تو خوب رونق لگ جاتی۔

دن کتنی جلدی گزر جاتے ہیں اور زمانہ کتنی تیزی سے سب کچھ تہس نہس کر دیتا ہے، کبھی کبھار دونوں ہاتھوں سے کما کر سب کو کھلے دل سے کھلا کر خوش ہونے والے صلاح الدّین اور ان کی بیگم سوچتے، اپنے حالات کا تجزیہ کرتے

”یہ کیا ہوا؟ تقدیر نے کیسے بری طرح سے پٹخا، کیوں۔۔۔؟“

”کیا ہم نے رزق میں ملازمین کو شریک نہیں کیا تھا؟“

ان کی بیگم ٹھنڈی آہ بھری کر کہتیں: ”نہیں میاں! یہ بات نہیں، بات یہ ہے ہم نے ناشکری کی اور نعمتوں کی قدر نہیں کی، جیسے قومِ سبا نے قدر نہیں کی اور زوال مقدّر ہوا ساری قوم تتر بتر ہو گئی اور۔۔۔ اور۔۔۔ وہ رندھی آواز میں کہتیں: ”ہم نے زندگی کا مقصد محض اچھا کھانے پہننے اوڑھنے کو سمجھا، بچوں کو سونے کا نوالہ کھلایا، اچھے مہنگے اسکول کالج میں پڑھایا، لیکن ان کے لیے رول ماڈل نہ بن سکے۔ بس اولاد دی تو اپنے بیٹے بیٹیاں سمجھ کر پالا، رب کی امانت یعنی بندگی کا حق ادا کرنے کا نہ بتا سکے۔ نتیجہ وہی نکلا جو بیج بویا تھا، وہی کاٹ رہے ہیں۔“ دونوں میاں بیوی ایک ہفتے ایک بیٹے کی طرف رات کے کھانے پر مدعو ہوتے مخصوص ڈشیں، محدود تعداد میں دیکھ کر دونوں کی پلکیں بھیگ جاتیں۔

بیوی میاں کا حوصلہ بڑھایا کرتیں: ”بھئی! سیدھی سی بات ہے، اب پہلے جیسی عیاشی ممکن بھی نہیں، مہنگائی اور بے برکتی عذاب بن کر مسلط ہو گئی ہیں۔“ صلاح الدّین صاحب تائید میں سر ہلاتے اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

معاملہ تو تب گھمبیر ہوا جب دونوں بیٹیاں پردیس منتقل ہوئیں۔

خالی ڈھانڈ گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا۔

تنہائی آسیب بن جاتی۔

ایسے میں پوری قوم کیا، پوری دنیا کو اعمالِ بد کی سزا ”کورونا“ کی صورت میں بھگتنا پڑ گئی۔

دو بیٹیوں کے چلتے کاروبار ٹھپ ہو گئے۔ تیسرے کو ایک نجی کمپنی میں ملازمت ملی تھی، جس سے دو وقت کی رزق روٹی کا بندوبست ہو رہا تھا۔

صلاح الدّین صاحب نے اپنا مکان بیچ کر رقم بیٹوں کو دی، مگر آمدنی کا معقول ذریعہ نہ بن سکا۔

صحیح معنوں میں ”کورونا“ دونوں بیٹوں کے لیے آزمائش بن گیا۔ کروڑوں کمانے والے لاکھوں میں، پھر ہزاروں سے ہوتے ہوئے بہت زیادہ لوگوں کے مقروض ہو گئے۔

روپیہ پیسہ نہیں رہا تو حلقۂ احباب بھی مختصر ہوا، مال دولت کی وجہ سے سلام کرنے والے بہت جلد ان کا نام تک بھول گئے۔

معیارِ زندگی بھی بہت نیچے آ گیا۔۔۔

زندگی کے روز و شب سے نصیحت نہ لیں تو زندگی نشانِ عبرت بنا دیتی ہے۔

ایک بیٹے کا سسرال معاشی طور پر مستحکم تھا، انھوں نے بیٹی اور داماد کو سہارا دیا اور وہ دوبارہ سے سر اٹھا کر جینے لگے، جبکہ منجھلی اولاد نجم الدّین کا تو سسرال بھی گیا گزرا تھا، ان کے حالات سب سے زیادہ خراب تھے۔

عید الفطر کے بعد صلاح الدّین صاحب جھٹ پٹ رخصت ہو گئے۔

بھری دنیا اور کرائے کے چھوٹے سے گھر میں ان کی بیگم تنہا رہ گئیں۔ پردیس سے بیٹیاں آئیں اور ماں کے اپنے ساتھ جانے کی کاغذی کارروائی شروع کی۔

حفاظتی چادر

ساجدہ امیر

"اماں! زمین پر اتنی گرمی کیوں بڑھ گئی ہے؟" ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے احمد نے پوچھا۔
"کیوں کہ زمین پر سبزہ ختم ہو رہا ہے، لوگ اپنی آسائشوں اور خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے زمین سے اس کی خوب صورتی چھین رہے ہیں۔" نیم کے درخت کے نیچے چارپائی پر بیٹھی دادی اماں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔
یہ سن کر احمد پریشان ہو گیا۔
"وہ کیسے۔۔۔؟" اس نے پھر سے پوچھا۔
"ایسا اس لیے کہ لوگ گھروں میں فرنیچر رکھوانے کے لیے درخت کاٹتے ہیں، فیکٹری بنوانے کے لیے جنگلات ختم کرتے ہیں۔ ان فیکٹریوں سے جو دھواں خارج ہوتا ہے، وہ فضا کے ساتھ ساتھ اللہ کی بنائی حفاظتی چادر کو بھی نقصان پہنچا رہا ہے، جس سے دن بدن گرمی بڑھتی جا رہی ہے۔"
احمد کے اندر غور و فکر کی قوت پیدا کرنے کے لیے دادی اماں نے اپنی بات میں تجسّس پیدا کیا۔
دادی اماں کی بات سن کر احمد مزید پریشان ہو گیا۔
احمد ساتویں کلاس کا ہونہار طالب علم تھا۔ وہ ہر سال امتحان میں پہلی پوزیشن سے پاس ہوتا، اس کے اساتذہ اور والدین اس سے بہت خوش تھے۔ وہ اپنے چھوٹے سے خاندان میں امی، ابو اور دادی اماں کے ساتھ ایک قصبے میں رہتا تھا۔ قصبے میں ہر چیز کی سہولت موجود تھی۔ ان کی زندگی بہت خوش حال گزر رہی تھی۔
بہر حال! دن بدن بڑھتی گرمی کے باعث ہر جاندار کا برا حال تھا۔ اس لیے احمد کی امی نیم کے درخت کے نیچے پانی کا چھڑکاؤ کرتی، تا کہ ہوا میں تھوڑی نمی پیدا ہو۔ ایک دن دوپہر کے وقت احمد اپنی دادی اماں کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہا تھا، جب اس کا دوست وقاص اس کے پاس آیا۔
"احمد! آ جاؤ کھیلنے چلیں۔" وقاص کی بات سن کر احمد نے باہر جانے سے منع کر دیا۔
"وقاص! باہر بہت گرمی ہے۔ اس گرمی میں کھیلنا اچھا نہیں ہے۔ بہتر ہے ہم گھر کے اندر کچھ کھیلیں۔" احمد کی بات سن کر وقاص نے اثبات میں سر ہلایا۔
"لیکن ہم گھر کے اندر کیا کھیلیں گے؟" وقاص نے کہا۔
ابھی وہ دونوں سوچ ہی رہے تھے کہ دادی جان بولیں: "میں ایک کھیل بتاؤں؟" ان کی بات سن کر وہ دونوں یک زبان بولے: "جی دادی اماں! آپ بتائیں کہ ہم کیا کھیلیں؟" تب ہی دادی اماں نے احمد سے ایک ڈِبا لانے کو کہا۔ جب احمد وہ ڈبا لے آیا تو دادی اماں نے وہاں سے مختلف بیج نکال کر دیے۔
"تم دونوں ان بیج کو مٹی میں بوؤ اور ان کی خوب حفاظت کرو، جس کا بیج اچھا پودا بنا میں اسے انعام دوں گی۔" یہ سن کر وہ دونوں خوش ہوئے اور بیج لے کر باغیچے میں بونے لگے۔ ایسے ہی وہ ان پر محنت کرتے رہے۔
کچھ مہینوں بعد وقاص اور احمد کے ساتھ ساتھ وہ بیج بھی پودے کے روپ میں زمین سے باہر نکل آئے۔ ایک دن دادی اماں نے ان دونوں کو بلا کر دو پین دیے۔
"آپ دونوں نے خوب محنت کی ہے اور اسی وجہ سے ہمارے باغیچے میں خوب صورت پودوں کا اضافہ ہوا ہے اور ساتھ ساتھ آپ دونوں نے اللہ کی حفاظتی چادر کو بچانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔" وہ دونوں اپنے اپنے تحائف لے کر مسکرانے لگے۔
"اماں! میں ایک بات پوچھوں؟" احمد نے سوال کیا۔
"جی پوچھو۔" دادی بولیں۔
"یہ اللہ کی حفاظتی چادر کون سی ہے؟" احمد کا سوال سن کر دادی مسکرائیں۔
"زمین کے اوپر اللہ نے ایک مضبوط چادر بنائی ہے، جس سے زمین پر رہنے والے جانداروں کو نقصان نہیں ہوتا، لیکن انسان نے اپنے مفاد کے لیے اس چادر کو پھاڑ دیا ہے اور دھیرے دھیرے وہ چادر ختم ہوتی جا رہی ہے، جسے بارش سے بچنے کے لیے ہم چھتری لیتے ہیں، ویسے ہی سورج کی تیز شعاعوں سے بچانے کے لیے ایک لئیر بنی، جسے اوزون لئیر کہتے ہیں۔ یہی لئیر اللہ کی حفاظتی چادر ہے۔" دادی کی بات سن کر احمد کو محسوس ہوا کہ دادی نے ان سے درخت کیوں لگوائے تھے۔ تحفہ تو ایک بہانہ تھا، اصل میں اماں انھیں حفاظتی چادر کی حفاظت کرنے کا بول رہی ہیں۔

ایسے میں بقر عید سر پر آ گئی۔
بیٹیاں عید کے دن سسرال جانے کی پابند تھیں، بیٹوں نے حاضری دی اور رخصت ہو گئے۔
عدّت کی وجہ سے ماں کو ساتھ جانے کی پیشکش نہیں کی جا سکتی تھی۔
یہ ایک سوگ میں ڈوبا دن تھا۔
میاں کی وفات، بچوں سے دنیا میں رہتے ہوئے ساتھ نہ رہ سکنا، شاندار ماضی، کیا کیا کچھ نہ یاد آتا چلا گیا۔
عید کے پہلے روز تین بکرے قربانی کے لیے قصاب کی چھری تلے آتے۔
وہ اچھا کھانے سے زیادہ اچھا کھلانے کی شوقین تھیں۔
پہلے روز وہ پلاؤ اور کڑاہی گوشت کے ساتھ مٹن چانپیں ضرور بناتیں۔
یہ وہ چیز تھی جو ان کے مرحوم میاں سے لے کر چھوٹی بیٹی تک کو یکساں پسند تھی، دہی میں وہ کھڑے مسالا جات شامل کر کے چانپیں میری نیٹ کرتیں، پھر ہلکی آنچ پر گلا کر تیل میں فرائی کرتیں، جسے سب گھر والے ہمیشہ فرمائش پر بھی اوّل نمبر پر رکھتے اور کھانے میں بھی۔۔۔ اور یہ وہ چیز تھی جو پورے سال میں صرف بقر عید پر ہی بنتی۔
بڑے اور چھوٹے بیٹے نے ماں کو گوشت بھیجنے کا وعدہ کیا تھا کیوں کہ ان کے ہاں پہلے دن سسرال میں دعوتِ طعام میں شرکت لازم تھی، دونوں ہی دوسرے دن جانور قربان کرتے۔
محلے والوں کی طرف سے گوشت آیا جو انھوں نے جوں کا توں فریج میں رکھ دیا۔
رات گئے بڑی بیٹی خوب اہتمام سے واپس آئی۔
"یہ قورمہ کا ڈونگا ہے، یہ مٹن پلاؤ اور یہ۔۔۔ یہ چانپیں۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔
"ابا کو بہت پسند تھیں، چانپیں، بلکہ گھر بھر کو پسند تھیں۔ یہ میں نے اسپیشل طور پر آپ کے لیے بنائی ہیں۔ آپ کی ترکیب سے۔۔۔" وہ ماں پر محبت نچھاور کرتے ہوئے بولی۔
ماں نے ساری چیزیں وصول کیں، بائیکیا سروس والے کو فون کیا اور ساری چیزیں منجھلے بیٹے نجم الدین کو بھجوا دیں۔

بلا عنوان

تنزیلہ احمد

> قارئین! تنزیلہ احمد کی اس کہانی کو آپ کیا عنوان دینا چاہیں گے؟ جس قاری کا دیا عنوان منتخب قرار پایا، اسے 300 روپے انعام دیا جائے گا۔ (ادارہ)

کسی زمانے میں دنیا کے عین وسط میں ایک انوکھا اور خوب صورت خطہ ایسا تھا جہاں وقت کسی سبک رفتار ندی کی طرح بہتا تھا۔ یہاں کی فضا معطر اور ہوا وقت کی دھن پر اٹھکیلیاں کرتی تھی۔ یہاں چار بے مثال، لاجواب اور سحر انگیز شخصیات باری باری حکومت کیا کرتی تھیں۔ جس کی باری ہوتی، اسی کی بالادستی قائم رہتی اور اسی کا حکم چلتا۔ ان سحر انگیز شخصیات کو لوگ "موسم" کہتے تھے۔

ہر ایک موسم کے پاس خاص اور انوکھی طاقتیں تھیں جو اسے دوسروں سے ممتاز بناتیں۔ موسم کو لے کر انسانوں کی اپنی اپنی پسند تھی۔ ان میں سے کچھ "موسم سرما" کو پسند کرتے جبکہ دوسرے "موسم سرما" کو زیادہ اچھا سمجھتے۔ بہت سے "موسم بہار" سے لطف اندوز ہوتے اور کچھ کو "موسم خزاں" کا انتظار رہتا۔ ہر موسم کا اپنا ایک منفرد مزاج اور کرشمہ تھا جو لوگوں کے لیے خوشی اور تحیر کا باعث بنتا تھا۔

موسموں میں سب سے کم عمر، جوش و جذبے سے بھرپور اور چنچل "بہار" تھی۔ اس کے لمبے گھنے بال نوخیز پتوں کی طرح سرسبز اور آنکھیں شبنم کے قطروں جیسی اجلی تھیں۔ معتدل اور خوش گوار مزاج کی بہار کئی شان دار نعمتیں اور خوشیاں بانٹنے کے لیے بنی تھی۔ بہار کھیتوں اور وادیوں میں رقص کرتی، پھولوں کی پنکھڑیوں کو آہستگی سے چھوتی اور اپنی توانائی سے زمین پر زندگی کے رنگ بھر دیتی۔ اس کی کھنکتی آواز ایسی تھی جیسے بے شمار مدھر گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ وہ میدانوں اور وادیوں کو ہنس کر دیکھتی اور کلیاں چٹخنے لگتی۔ پھول کھل کر جھومنے لگتے اور پرندے معطر ہوا کے ساتھ مل کر خوشی کے گیت گنگنانے لگتے۔ بہار اپنے ساتھ ایک مہربان اور خوش گوار احساس لے کر آتی تھی۔ بہار، دل جمعی سے زمین کی تزئین و آرائش کرتی اور سبز رنگ سے نئی زندگی بھر دیتی۔ وادیاں دیدہ زیب رنگوں کے کینوس کا منظر پیش کرنے لگتیں۔ پرندے میٹھی دھن پر چہچہاتے اور پھول بکثرت کھلتے۔

"آہا! یہ بہت دل کش، رنگین اور معطر ہے۔ مجھے بہار بہت پسند ہے۔"

"مجھے بھی۔۔۔ سردی سے میں بیمار پڑ جاتا ہوں۔ بہار بہت اچھی ہے۔" بچے پُرجوش انداز میں اپنی خوشی کا اظہار کرتے۔

انسان موسمِ بہار کی آمد کو تخلیق نو اور امید کا پیامبر سمجھتے تھے۔ اس لیے بہار کو خوش آمدید کہنے کے لیے تہوار منائے جاتے۔ سرد مہینوں کے بعد یہ گرم جوشی اور شکر گزاری کا اظہار مانا جاتا۔

اپنی حکومت کا دورانیہ مکمل کرنے کے بعد بہار رختِ سفر باندھ لیتی۔ دھیرے دھیرے سورج گرمی کا احساس دلاتا اور اس کی سنہری کرنیں زمین پر چمکنے لگتیں۔ بچے چمکتے ہوئے ندیوں اور تالابوں میں ہنستے اور کھیلتے نظر آتے۔ لوگ اپنے خاندان کے ساتھ سایہ دار درختوں تلے پکنک منانے کے لیے جمع ہونے لگتے۔ جب ہوا کی خوش گواریت ماند پڑ جاتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ گرمی تقریباً سر پر پہنچ چکی ہے۔

موسم گرما دھوپ کا استعارہ اور گرم مزاج شخصیت تھی۔ اس کی جلد کندن جیسی چمک دار اور لمبے سنہرے بال تھے۔ گرما کے لبوں پر ایک چمکیلی مسکراہٹ رہتی جو کسی بھی پتھر دل کو پگھلا سکتی تھی۔ شعلہ برساتی گرم روح کا مقصد تھا کہ وہ جہاں بھی جائے اسے گرم جوشی، حرارت اور جوش و جذبے سے بھر کرے۔ اس کی ہنسی میں بھڑکتے الاؤ کی سی کڑک اور کھنک تھی۔ گرمی اپنے حرارت بھرے لمس سے سرسبز کھیتوں کو سنہری ڈالیوں میں بدل دیتی۔ اس کے دورِ حکومت میں روئے زمین پر زندگی، نشوونما اور رزق کی فراوانی ہو جاتی۔ گرمی اور روشنی سے کھیتوں کھلیانوں میں کھڑی اناج کی لہلہاتی فصلیں کٹائی کے لیے تیار ہونے لگتیں۔ باغات میں لگے پھل پک کر رسیلے ہو جاتے۔ موسم گرما اپنے ساتھ گرم جوشی اور خوش حالی کا خوش کن احساس لے کر آتا جو لوگوں کے دلوں کو اطمینان اور مسرت سے سرشار کر دیتا۔

"کھلے کھلے، لمبے روشن دن۔۔۔ اور گرمیوں کی تمام نعمتیں ہمیں بہت پسند ہیں۔" لوگ رسیلے پھلوں اور صحت بخش اناج سے لطف اندوز ہوتے ہوئے شکر ادا کرتے۔ کچھ ایسے بھی تھے جنھیں گرمی سخت ناپسند تھی۔ اٹھتے بیٹھتے وہ گرمی کو کوستے۔ گرمی سے وہ بے زار اور جھنجھلائے رہتے۔ بات بات پر لڑتے جھگڑتے اور گرم موسم پر آگ بگولہ ہوتے رہتے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دن چھوٹے اور آہستہ آہستہ رات خوش گوار ہونے لگتی۔ یہ اشارہ تھا کہ موسم سرما کا دورِ حکومت ختم ہونے کو ہے۔ آخر کار گرمی الوداع کہتی اور خزاں مسکراتے ہوئے تخت پر آ بیٹھتی۔ خزاں نئے سرے سے سرخ، نارنجی اور پیلے رنگوں سے پوری زمین کی تزئین و آرائش میں جت جاتی۔ خزاں ایک عقل مند، خاموش طبع اور پُراسرار روح تھی۔ اس کے نارنجی رنگ کے گھنے بال اور لباس سنہرے اور سرخ رنگ کی تاروں سے بنا تھا۔ اس کی ہنسی میں درختوں سے جھڑے ہوئے پتوں کی چرمراہٹ تھی۔ خزاں کی اداسی بھری آنکھوں میں گئے وقتوں کی دانائی چمکتی تھی۔ وہ سرگوشی نما آواز میں وقت کی دھن سے چھیڑ چھاڑ کرتی۔ اس کی پُراسرار شخصیت میں ماضی کے کئی راز اور مستقبل کے دل کش نظارے چھپے ہوئے تھے۔ ایک ہلکی سی ضرب کے ساتھ وہ زمین کو بھرپور زندگی سے حالتِ آرام کی میں بھیج دیتی۔ خزاں کے آنے کا مقصد تھا انسانوں کو موسم سرما کے استقبال کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا۔ خزاں کے آنے سے ہوا اداسی بھرے گیت گاتی اور گرے ہوئے پتوں کی مہک فضا کو انوکھی کہانیاں سناتی رہتی۔

یہ فصل کی کٹائی کے بعد والے تہواروں کا وقت ہوتا تھا۔ موسم خزاں سے محبت کرنے والے اپنی پسندیدہ شخصیت کا استقبال تہوار منا کر کرتے۔ لوگ تہوار میں اپنے خاندان اور دوست احباب کے ساتھ لذیذ پکوان اور مزے دار کھانوں سے لطف اندوز ہونا پسند کرتے۔

خزاں رختِ سفر باندھتی تو موسم سرما کی آمد کی گھنٹیاں بجنے لگتی۔ ہوا میں خنکی در آتی اور دن چھوٹے ہونے لگتے۔

یہ اشارہ ہوتا کہ آخر کار سردی آ ہی گئی ہے۔ خطے میں رہنے والے انسان بدلتے موسموں کو ہمیشہ کھلے دل سے قبول اور پسند کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہر موسم کی آمد نعمت، کرم نوازی اور شکر گزاری کا وقت ہے۔ مگر کچھ لوگ ایسے تھے جو صرف اپنے پسندیدہ موسم کو اچھا سمجھتے اور دوسرے موسم کی آمد پر منہ بسورتے اور کڑوی باتیں کرتے تھے۔

موسم سرما، سب سے زیادہ طاقت ور، سمجھ دار، جہاں دیدہ اور پُراسرار روح تھی۔ ٹھنڈے مزاج کی حامل سرما یخ بستہ ہواؤں، کڑکڑاتی ٹھنڈ اور برف کا استعارہ تھی۔ اس کی آنکھیں ایک بڑے گلیشیئر کی طرح گہری اور وسیع تھیں۔ اس کی سانس دبیز دھند میں لپٹی خنک ہوا جیسی تھی۔ سرما میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ بڑی جھیلوں کے پانی کو ٹھوس برف میں تبدیل کر دیتی۔ موسم سرما زمین کو ایک خوب صورت، انوکھے اور شان دار احساس سے روشناس کرواتی تھی۔ بڑی لگاوٹ سے وہ فصلیں اور شگوفے اگل اگل کر تھک چکی زمین کو تھپکی دینے لگتی۔ پھر سفید رنگ کی چادر سے ڈھانپ کر اسے آرام کرنے پر اکساتی تا کہ ایک بار پھر

سے تازہ دم ہو کر تخلیق نو کر سکے۔ سرما کھلکھلاتے ہوئے ہوا سے سرگوشی کرتی اور روئی جیسے برف کے ننھے ذرے زمین پر نرمی سے گرنے لگتے۔ برف باری ہوتے دیکھ کر سرما سے محبت کرنے والے خوشی سے جھوم اٹھتے۔ وہ گرم کپڑے پہن کر اور الاؤ بھڑکا کے آگ کے گرد جمع ہو جاتے۔ مزے دار قصے کہانیاں سناتے اور قہقہے لگاتے لوگ سردی سے لطف اندوز ہونا بخوبی جانتے تھے۔ جاڑے کے باوجود ان کے دلوں میں محبت کی حرارت اور گرم جوشی قائم رہتی۔ وہ لمبی سرد راتوں میں لحاف میں گھس کر خشک میوہ جات کے مزے اڑاتے اور دن میں اپنے کام نمٹانے کے بعد برف سے کھیلتے رہتے۔

بہت سے ایسے لوگ تھے جو موسم سرما سے نالاں رہتے۔ انھیں چھوٹے دن اور طویل ترین ٹھنڈ والی راتوں کی قدر نہ تھی۔ انھیں لگتا کہ سرما ناقابل برداشت اور ننھے منوں و بزرگوں کو بیمار کرنے کی وجہ بنتا ہے۔ ان کا کام کرنے کو جی نہ چاہتا اور اپنی سستی اور کاہلی کے لیے وہ سرما کو موردِالزام ٹھہراتے۔

"اف! سردیاں کب ختم ہوں گی؟ مجھ سے ٹھنڈ برداشت نہیں ہوتی۔ ہم سردی سے بیمار پڑ جاتے ہیں۔" لوگ کھانستے ہوئے اپنے غصے اور کوفت کا اظہار کرتے۔

افسوس! اک رات سرما یخ بستہ ہوا کے ساتھ محو رقص تھی کہ اس نے لوگوں کی دل چیرنے والی باتیں سن لیں۔

"ہونہہ! یہ لوگ ہر برس ایسا ہی کرتے تھے۔ ان کا یہ ہی وتیرہ ہے۔ کیسے انسان ہیں یہ؟ انھیں میری قدر ہی نہیں۔"

اپنے بارے میں کڑوی کسیلی سن کر موسم سرما بگڑ گیا اور اس کے مزاج میں چڑچڑاپن در آیا۔ سرما نے گہری سانس خارج کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اچانک دھند اتنی گہری ہو گئی کہ لوگ باہر کچھ دیکھ ہی نہ پائے۔ رات ہوئی تو یخ ہوا ہڈیاں چٹخانے لگی۔ لوگوں کی توقع سے بڑھ کر برف باری ہوئی اور ٹھنڈ خوف ناک شدت اختیار کر گئی۔

موسم سرما کی حکومت طویل ہوتی گئی۔ سرما کے اس رد عمل نے بہار کو بھڑکا دیا جو بے صبری سے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔

دھیرے دھیرے موسموں کے درمیان ٹھن گئی اور تلخیاں پیدا ہونے لگیں۔ موسم گرما، بہار کے حق میں جا کھڑا ہوا جب کہ خزاں موسم سرما کا ساتھ دے رہی تھی۔ یوں بالخصوص موسم گرما اور موسم سرما کے مابین اختلافات کشیدہ ہو گئے۔ دونوں موسم مزاج میں اک دوسرے کا الٹ تھے۔ ان کی مخالف فطرت گھن گرج کے ساتھ آپس میں ٹکرانے لگی۔ دن میں سورج تیز چمکتا اور شام ڈھلتے ہی سردی اپنے پنجے گاڑ لیتی۔ موسم کا غیر فطری انداز انسانوں کی طبیعت اور مزاج پر برے اثرات مرتب کرنے لگا۔ یہ ان کے لیے ایک پریشان کن اور خوف ناک صورت حال تھی جو ان کی زندگی اور نشو و نما کے ہموار سلسلے میں خلل ڈالنے کے لیے کافی تھی۔

موسم سرما کی سردی، موسم گرما کی گرمی کے ساتھ ایسی شدت سے ٹکرائی، کہ تیز ہوا اور ٹھنڈ کے طوفان نے خطے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ جوں جوں ان کا جھگڑا بڑھتا گیا، لوگوں کی مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا۔ موسم گرما کی حرارت موسم بدلتے ہی سرما کی یخ بستہ ہوا کے نیچے دب جاتی۔ جب کہ موسم بہار کے دل کش رنگ خزاں کی غلبے میں آ گئے۔ اس کشمکش کی وجہ سے زمین روٹھ گئی۔ کئی ناقابل فہم اور جان لیوا موذی وبائیں پھیل گئیں اور اناج کی پیداوار بری طرح متاثر ہونے لگی۔

بہار بہت مختصر مدت کے لیے آئی اور موسم سرما طول ہوتا گیا۔ چلچلاتی گرمی ناقابل برداشت ہو گئی اور غیر متوقع بارش اور گرج چمک نے اناج اور پھلوں کو تباہ کر دیا۔ خزاں کا دورانیہ بھی کم ہو گیا اور اس کے سنہرے پن کی چمک ماند پڑ گئی۔ موسم سرما طویل اور مزاج مزید جارحانہ ہو گیا۔ موسموں میں تفاوت نے انسانوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔

موسموں کے خطرناک تیور دیکھ کر لوگ گڑگڑانے لگے۔ وہ اپنی محدود سوچ اور تلخ کلامی پر نادم تھے۔ خود کو درپیش خطرہ محسوس کرتے ہی لوگوں نے اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ دیا۔ وہ اپنے برے رویے پر شرمندہ ہوتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ جوڑ لیے۔

"اے مالک! ہماری زندگی کو تباہی سے بچا لے۔"

اپنے خالق سے رو رو کر التجا کرنے لگے کہ آئندہ ناشکری اور بے قدری نہیں کریں گے۔ بالآخر ان کی توبہ قبول ہوئی اور دل سے مانگی گئی حاجات بر آئیں۔ صبر آزما انتظار کے بعد موسموں کا توازن دھیرے دھیرے بحال ہونے لگا۔

موسموں نے محسوس کیا کہ ان کے اختلافات کے باوجود، وہ سب ایک ڈور سے بندھے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں فطرت کا توازن قائم رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ ان کی باہمی رضامندی اور ہم آہنگی بقائے انسانیت کے لیے لازم و ملزوم تھی۔ موسموں نے عہد کیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ زندگی کا تسلسل ہمیشہ رواں دواں رہے۔ انسان سمجھ گئے کہ فطرت کے اہم کردار کے طور پر موسم اپنا اپنا فرض نبھانے آتے ہیں۔ اگر انھوں نے مستقبل میں کبھی موسموں کے قدرتی تسلسل میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش تو انھیں تباہی اور آفات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وقت کی بدلتی لہر کے ساتھ موسم اپنے مقررہ وقت پر آتے جاتے رہے۔ خطے کے لوگ ہر ایک جذبے، نعمت اور احسان کی قدر کرنا اور موسموں کے بدلنے سے خوشی حاصل کرنا سیکھ گئے۔ سب کا اپنا اپنا پسندیدہ موسم تھا مگر اب وہ دوسرے موسموں کی بے قدری نہیں کرتے تھے۔ ہر بے مثال موسم پھر سے اپنے وقت پر حکمرانی کرتا، انسانوں کو نعمتوں سے نوازتا اور باری ختم ہونے پر مسکراتے ہوئے رخصت پر چلا جاتا۔ یہ ہی تو فطرت کا توازن برقرار رکھنے کا اصل راز تھا۔

میرے پاسباں! تم قابلِ تعریف ہو

عبدالرحمن حنیف

میرے وطن کے محافظو! تم نے قوم کے سر فخر سے بلند کر دیے ہیں اور اس کے ساتھ کفر و نخوت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم حفاظت کی حصار میں ہیں۔ ہمیں خدا کے بعد تمہارا ہی تو سہارا ہے۔ واقعی تم قابلِ تعریف و قابلِ داد ہو۔

میرے وطن کے سپوتو! حالیہ معرکے سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ فضائے بدر پیدا کرنے سے فرشتے اب بھی اتر سکتے ہیں اور ہمیں یہ خوشی کا موقع تمہارے جذبوں کی جوانی کا مژدہ سنا رہا ہے اور ساتھ ساتھ ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے وسائل ہماری تکبیروں سے کم زور ہیں اور ہماری مادّیت روحانیت پر کبھی بازی نہ لینے پائے، ورنہ جانتے ہو نا کیا ہو گا۔۔۔ وہی جو بدر کے بعد حنین میں ہوا!

تو محافظو! اسی طرح اپنا فرض ادا کرتے رہو اور یاد رکھنا! تمہاری واپسی کی راہیں پوری ملت دیکھتی ہے۔۔۔ تو آگے بڑھتے رہو اور غم کو اپنے قریب بھی نہ بھٹکنے دو اور پلٹ کر جھپٹتے رہو اور بالکل بھی نہ ڈرو، کیوں کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور اسی طرح اپنے گھوڑوں کی لگاموں کو اور مضبوطی سے تھامے رکھو اور مستقبل کی تیاری کرتے رہو، کیوں کہ ہمیں تم پر اعتماد ہے اور جن پر اعتماد ہو، وہ غلطی نہیں کیا کرتے۔۔۔

جنت عمل سے ملتی ہے آرزو سے نہیں

راحت عائشہ

سعدیہ نے نماز ختم کی اور دعا مانگنے لگی۔ امی نے بتایا تھا دعا مانگنا بہت ضروری ہوتا ہے اور کل ہی تو دادی جان نے اسے جنت اور جنت میں ملنے والی بہت ساری نعمتوں کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ وہاں خوب صورت محل ہوں گے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ دنیا سے کہیں زیادہ لذیذ پھل، میوے اور کھانے ہوں گے۔ ایسے خوب صورت جھلملاتے کپڑے اور زیورات ہوں گے، جن کا دنیا میں تصور ہی ناممکن ہے۔ حسین باغ جن میں رنگ برنگے پرندے چہچہاتے پھر رہے ہوں گے۔ ہمارے دوست احباب جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، وہ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے اور ہم ان عظیم ہستیوں سے بھی مل سکیں گے، جو ہم سے پہلے اس دنیا میں تھیں۔

"اللہ میاں، پیارے اللہ میاں پلیز! مجھے ضرور جنت میں داخل کیجیے گا۔" سعدیہ نے دعا مانگی اور جانماز تہ کر کے رکھی اور بستر پر لیٹ گئی۔

"سعدیہ! آپ نے بلی پالی ہے، لیکن آپ اب اس کا بالکل خیال نہیں رکھتیں۔ صبح بھی آپ نے اسے کچھ کھانے کو نہیں دیا تھا۔" مجھے اتنی دیر بعد یاد آیا تو سعدیہ سے کہا۔

یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ آپ ایک بے زبان جانور پال لیں، لیکن اس کا کوئی خیال نہ کریں۔

"جی امی! ابھی دے دوں گی اسے کھانا پینا۔۔۔" سعدیہ نے بے پرواہی سے کہا۔

جنت میں تو اتنے خدمت گار ہوں گے کہ اگر ہم کوئی جانور پالیں گے بھی تو میرا خیال ہے سب کام وہی کر دیں گے۔ سعدیہ کے ذہن نے پھر جنت کی طرف اڑان بھری۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی کہانیوں کی کتاب اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی، کچھ ہی دیر میں وہ کہانی پڑھتے پڑھتے سو چکی تھی۔

"سعدیہ! دادا ابو کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے، آپ ان کے پاس بیٹھ جائیں اگر انھیں پانی یا دوا کی ضرورت ہو تو دے دینا، مجھے آپ کی دادی کے ساتھ ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" امی نے سعدیہ سے کہا۔

"سوری امی! ابھی تو میرے کھیلنے کا وقت ہے، میری سب سہیلیاں اس وقت کھیلنے آتی ہیں، میں ابھی دادا جان کے پاس نہیں رُک سکتی۔" سعدیہ نے جواب دیا۔

دادی اماں سعدیہ اور امی کی ہونے والی باتیں سن رہی تھیں۔ انھوں نے امی سے کہا: "بیٹی! ایک دن اور رُک جاؤ، ہم کل چل لیں گے۔" امی کو تو بہت غصہ آیا، لیکن دادی جان کے کہنے پر انھوں نے سعدیہ کو کچھ نہ کہا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

رات میں سعدیہ جب کہانی سننے دادی جان کے پاس لیٹی تو اس نے کہا: "دادی جان! آج بھی جنت کی کہانی سنائیں، میرا تو دل چاہتا ہے کہ بس میں جلدی سے جنت میں چلی جاؤں۔"

"پیاری بیٹی! جنت کی کہانیاں سننے سے پہلے یاد رکھو، سورۂ نساء کی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان صرف آرزو سے جنت میں نہیں جائے گا بلکہ اپنے نیک عمل پر جنت میں بھیجا جائے گا۔ اب آپ یاد کریں آپ کا اپنی بلی کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ یا کل آپ نے جس طرح اپنی امی سے بات کی کیا وہ ٹھیک بات تھی؟"

سعدیہ دادی کی بات سن کر شرمندہ ہوئی۔ وہ آج بھی اپنی بلی کو کھانا دینا بھول گئی تھی۔

"چلو! آج ہم جنت کی کہانی سننے سے پہلے سورۂ نساء کی آیت نمبر 123 اور 124 سمجھ کر پڑھتے ہیں۔"

"جی دادی جان ضرور!" سعدیہ نے خوشی سے کہا۔

دادی جان سعدیہ کو ان آیات کا ترجمہ اور مطلب سمجھانے لگیں

"نہ تمہاری تمنائیں (جنت میں جانے کے لیے) کافی ہیں، نہ اہلِ کتاب کی آرزوئیں، جو بھی برا عمل کرے گا اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے سوا اسے اپنا کوئی یار و مددگار نہیں ملے گا۔" (النساء: 123)

"اور جو شخص نیک کام کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان پر ظلم نہیں ہو گا۔" (النساء: 124)

حج کرنا مبارک ہو

شمائلہ شکیل

مرے ماں باپ کا جانا — وہ مکہ میں قدم رکھنا
وہاں کھانا، وہاں پینا — وہاں رہنا مبارک ہو
یہ حج کرنا مبارک ہو

نظر کعبے پہ جوں پڑنا — وہیں آنکھیں رواں ہونا
تڑپ دل کی چمک اٹھنا — دھڑک اٹھنا مبارک ہو
یہ حج کرنا مبارک ہو

رمی کرنا، سعی کرنا — منٰی جا کے وہاں رکنا
زمیں عرفات پہ جانا — سنا خطبہ مبارک ہو
یہ حج کرنا مبارک ہو

عقیدت سے قصد کرنا — نبی کے ہے نگر جانا
وہاں چلنا، وہاں پھرنا — وہاں سونا مبارک ہو
یہ حج کرنا مبارک ہو

ادب وَ شوق سے آنا — درِ محبوب پہ پڑنا
اسے چھونا، اسے تکنا — اسے کہنا مبارک ہو
یہ حج کرنا مبارک ہو

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

سستی روٹی پراجیکٹ

لاکھوں روٹیاں مستحقین تک

5 روپیہ صرف عزت نفس کی خاطر

سپر فائن آٹا براہ راست بیت السلام ویئر ہاؤس بھی پہنچا سکتے ہیں کم سے کم 50 کلو

فرماں بردار ٹیپو

ڈاکٹر الماس روحی

آج صبح سویرے نور محمد اپنی مٹھائی کی دکان پر پہنچ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ مٹھائی فروخت کرے، اس لیے اُس نے مٹھائیاں صاف ستھرے تھال میں سجادیں اور آواز لگانے لگا: "تازہ تازہ میری گلاب جامن لے لو!"

چاندی کے ورق میں لپٹی پکار رہی ہے! گرما گرم جلیبی لے لو!
رنگا رنگ، مزیدار نُکتی لے لو! شاہوں کی من پسند مٹھائی تو دیکھو!
تم مجھ سے بالوشاہی لے لو! میرے پاس ہے مال بہترین!
موتی چور لڈو، پیڑا، برفی، امرتی، سوہن حلوہ! کھا کر دیکھو، میری مٹھائی لے لو!

لوگ اس کی آواز سن کر کھنچے چلے آئے۔ دکان پر ہجوم تھا۔ پھینی، کھجلے، رس گلے اور پیٹھے کے لچھے ہر کسی کا دل للچا رہا تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ خریداری کر رہے تھے۔

نور محمد نے جوش میں دوبارہ آواز لگائی: "حلوہ پوری، کچوری، دال نمکو اور مٹھری! میں ہوں آپ کا حلوائی، آؤ تو سہی، میری دکان پہ بھائی! سب کچھ ہے، میری دکان پہ بھائی!"

یوں سورج غروب ہونے سے پہلے نور محمد سارا مال بیچ چکا تھا۔ اس نے پیسے گنے اور خوش ہوا۔ آج اسے اپنے بیٹے پپو کے لیے دنبہ خریدنا تھا۔ بقر عید میں ابھی دس دن باقی تھے۔ پپو روز کہتا تھا: "اس بار میں دنبہ لوں گا!"

پچھلے سال اس نے کاکا جی کو کہتے سنا تھا: "دنبہ امن پسند جانور ہے، نرم مزاج اور فرماں بردار ہوتا ہے۔ یہ ریوڑ میں رہنا پسند کرتا ہے اور تنہائی سے گھبرا جاتا ہے۔"

پپو اکثر کاکا جی کے دنبے کو دیکھتا تھا۔ وہ اسے گھاس، خشک چارہ، دانے دار خوراک اور سبزیاں کھلاتا تھا۔ دنبہ شوق سے کھاتا۔ ایک دن پپو نے پوچھا: "کاکا جی! دنبے کی دُم کیوں موٹی ہوتی ہے؟"

کاکا جی مسکرا کر بولے: "جیسے اونٹ اپنی کوہان میں توانائی جمع کرتا ہے، ویسے دنبہ اپنی دُم میں طاقت محفوظ رکھتا ہے۔ یہ وقت پر کھاتا، سوتا اور آرام کرتا ہے۔"

کاکا جی کا پوتا شایان، دنبے کی رسی پکڑ کر دوڑتا تو گھنٹی کی "ٹن ٹن" سنائی دیتی۔ بچے ہنستے اور پیچھے دوڑتے۔

کاکا جی نے بتایا: "دنبے کا گوشت بہت لذیذ اور چکنائی سے بھرپور ہوتا ہے۔ قورمہ، بریانی، کباب سب بہترین بنتے ہیں۔ بلوچی اور لاہوری دنبہ بہت مشہور ہیں۔ اس کی کھال سے کمبل، بیگ، جوتے، ٹوپیاں اور سجاوٹی اشیا بنتی ہیں۔"

شام کو نور محمد پپو کو لے کر منڈی پہنچا۔ چاروں طرف مختلف جانوروں کی آوازیں تھیں۔ پپو کو لگا جیسے سب اسے پکار رہے ہوں، "ہمیں ساتھ لے چلو!"

مگر پپو کو تو کاکا جی کے دنبے جیسا دنبہ چاہیے تھا۔۔۔ سفید روئی جیسی کھال، نرم و گداز، گلے میں پیاری سی گھنٹی، جو اس کے ساتھ چلے، فرماں بردار ہو۔

"میں اپنے دنبے کا نام ٹیپو رکھوں گا!" پپو نے دل میں سوچا۔

مگر رات ہوگئی، ساری منڈی چھان ماری، وہ دنبہ نہ ملا۔

نور محمد نے کہا: "کوئی بات نہیں بیٹا! کل دوسری منڈی چلیں گے، تمہیں تمہارا پسندیدہ دنبہ ضرور ملے گا۔"

اسی وقت ایک ٹرک آکر رکا، جس میں کئی بکرے، بھیڑیں اور گائیں تھیں۔ پپو خوشی سے اُچھل پڑا:

"بابا، وہ والا دنبہ چاہیے، معصوم سا!" دنبہ بھی اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ پپو کی تلاش میں آیا ہو۔

اگلی صبح، پپو کے گھر کے باہر دنبہ بندھا تھا۔ گلی کے بچے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ کاکا جی بھی آئے اور تعریف کی: "پپو! جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مینڈھا بھیجا، تمہارا دنبہ اسی کی ایک قسم ہے۔"

پھر کاکا جی نے نور محمد سے کہا: "نور محمد! اللہ آپ کی قربانی قبول فرمائے، بڑا پیارا جانور لائے ہو۔"

"آمین!" نور محمد اور پپو مسکرا دیے۔

مشکل الفاظ کے معانی

للچانا	دل مچلنا/ کھانے کو جی چاہنا	ہجوم	بھیڑ
منڈی	جانوروں کی خرید و فروخت کی جگہ	بالوشاہی	مٹھائی کا نام

نازا سے ہے وہ ہے رانی

بنت مسعود احمد

قربانی کا سیزن آیا — کیسی رونق یہ ہے لایا
سب مل جل کر منڈی جائیں — دنبہ بکرا گائے لائیں
ابا منڈی سے جو آئے — اک پیاری سی بچھیا لائے
موٹی تازی اور ہے تگڑی — بھیا نے رسی جو پکڑی
ابا کا تھا سب سے کہنا — بچ کر بچو اس سے رہنا
صورت بے شک ہے متوالی — لگتی ہے یہ بھولی بھالی
جانانہ صورت پر اس کی — بچھیا ہے کچھ غصے والی
وی آئی پی کھانا ہے کھاتی — روز صبح میڈم ہے نہاتی
سیر پہ بھی اکثر ہے جاتی — شور سے بچو ہے گھبراتی
گھر میں جب سے بچھیا آئی — سب کی ہی وہ شامت لائی
ٹکریں مارے دم لہرائے — سب کو غصہ یوں دکھلائے
باندھا باہر بھیا نے جب — دیکھیں سب بچھیا کے کرتب
شور سے بچو یہ گھبرائی — اس دن رسی پھر تڑوائی
چیخے بھاگے سارے بچے — دوڑے ڈر کے مارے بچے
غصے میں وہ دوڑے جائے — قابو میں نہ بالکل آئے
چاچو بھاگے تایا بھاگے — فوراً بھیا ابا بھاگے
دوڑیں سارے پیچھے پیچھے — بھاگے بچھیا آگے آگے
سب نے مل کر اس کو پکڑا — رسی ڈالی اس کو جکڑا
لے کر واپس گھر کو آئے — بچھیا بی بی بس اترائے
نازا سے ہے وہ ہے رانی — ہونی ہے اس کی قربانی

سنہری پری

ام عبداللہ

اطہر جیسے ہی دروازے کے قریب ہوا خوشی سے اس کی چیخ نکل گئی۔ یہ شیشے کا ایک وسیع و عریض عالیشان دروازہ تھا، جس کے اطراف رنگ برنگے ننھے منّے پھولوں کی نفیس بیل نہ صرف اپنی بہار دِکھا رہی تھی بلکہ اس کی مسحور کن خوشبو بھی فضا میں بکھری ہوئی تھی، لیکن اطہر کی خوشی کی وجہ دروازہ نہیں بلکہ اس کے اندر دِکھائی دینے والا منظر تھا۔ دروازے کے پار اسے تاحدِّ نگاہ ایک پارک دِکھائی دے رہا تھا، جہاں بہت سے خوب صورت بچے کھیل رہے تھے۔ پارک کے عین درمیان قسم قسم کے جھولے لگے ہوئے تھے، بالکل سادہ بھی اور بجلی سے چلنے والے تیز رفتار بھی۔ دائیں جانب شاندار سفید اور سیاہ گھوڑے، ہاتھی اور اونٹ چاق و چوبند بچوں کو سواری کروانے کے لیے موجود تھے۔ بائیں طرف موٹر بائکس، کاریں اور ہوائی جہاز حتّٰی کہ اُڑن طشتری کی سواری بھی موجود تھی۔ ٹرین اور ٹرین کی پٹڑی بھی دِکھائی دے رہی تھی۔ جھولوں کے ارد گرد ایسے لگتا تھا جیسے کوئی دریا بہہ رہا تھا، جس میں کشتیاں چل رہی تھیں۔ ان سب سے ہٹ کر ایک طرف جیسے کوئی فوڈ سٹریٹ موجود تھی جہاں انواع اقسام کے کھانے سجے ہوئے تھے۔

پارک میں ہر جانب پھول بھی کھلے تھے، جن پر خوب صورت تتلیاں اور رنگ برنگے پرندے اڑ اور چہچہا رہے تھے۔

پارک میں موجود بچے کھیل رہے تھے، کھا پی رہے تھے، ہنس رہے تھے۔

اوہو! مگر یہ کیا۔۔۔ اطہر نے دروازہ کھول کر اندر جانے کی کوشش کی تو اسے دروازہ بند ملا۔

"دروازہ کھولو! میں اندر آنا چاہتا ہوں۔" اس نے جیسے ہی دروازہ بجایا، ایک سنہرے پروں والی پری اپنی سنہری چھڑی کے ساتھ آ موجود ہوئی۔

"پیارے اطہر! یہ دروازہ کھلوانے کے لیے آپ کو اس راستے سے آنا پڑے گا۔"

پری یہ کہہ کر غائب ہو گئی اور اطہر اس جانب دیکھنے لگا، جس طرف پری نے اشارہ کیا تھا۔

یہ ایک پگڈنڈی تھی، جس کے اختتام پر سبز پتوں سے ڈھکا ایک محراب بنا ہوا تھا اور جس پر سنہرے الفاظ منقش تھے۔

"عشرہ ذوالحجہ"

اطہر بہت جوش سے محراب میں داخل ہونا چاہتا تھا، لیکن وہ تو ایک جھٹکے سے باہر آ گرا ابھی اس کا سر چکرا ہی رہا تھا کہ اس کے قریب وہی سنہرے پروں والی پری ہوا میں اُڑتے اُڑتے آن رکی اور ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

"اچھے لڑکے! وہ دیکھو ذوالحجہ کا چاند، دعا پڑھ لو تا کہ امن اور سلامتی سے عشرہ ذوالحجہ میں داخل ہو سکو۔"

اطہر ذوالحجہ کا باریک سا چاند دیکھتے ہوئے ایک بار پھر جوش سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "دعا تو مجھے یاد ہے۔ اے اللہ! یہ چاند نکال ہم پر ساتھ امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

اس نے خوشی خوشی دعا پڑھی اور محراب میں داخل ہو گیا۔ سامنے ایک وسیع شاہراہ تھی، جس کے اطراف گھنے درخت شاہراہ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ وہ دو چار قدم ہی چلا کے ایک درخت نے جھک کر اس کا راستہ روک لیا۔ وہ اب آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ ایک سنہری چڑیا چونچ میں ایک سنہری رِبن اس کی نگاہوں کے سامنے لہرا رہی تھی۔

رِبن پر سرخ موتیوں سے لکھا تھا۔

"آگے بڑھنا ہے تو حج کی خواہش کرنا ہو گی۔ دعا اور کوشش سے کام لینا ہو گا۔"

جیسے ہی اس نے یہ عبارت پڑھی، اسے یاد آیا کہ حج تو اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رُکن ہے اور جو بھی حج پر جا سکتا ہو اسے خوشی خوشی یہ اہم فرض پورا کرنا چاہیے۔

"اللہ تعالیٰ میں بھی حج کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بھی اس کی توفیق دیں، آمین۔" اطہر نے جیسے ہی دعا مکمل کی جھکا ہوا درخت ایک بار پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ رستہ کھل گیا اور اطہر آگے بڑھنے لگا۔

لیکن چند قدم ہی چلا ہو گا کہ شوخ رنگوں میں سجی ہوئی ٹوکریوں میں چاکلیٹس، چپس اور جوسز اس کے سامنے اس طرح آ گئے کہ وہ آگے نہیں بڑھ پا رہا تھا بلکہ اس کا آگے بڑھنے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا، وہ تو یہ سب کچھ یہیں بیٹھ کر کھانے کا سوچنے لگا تھا اور قریب تھا کہ وہ نیچے بیٹھ کر ایک ٹوکری پکڑ ہی لیتا کہ وہی سنہری پروں والی پری اور چڑیا آن موجود ہوئیں۔

"نادان لڑکے! یہ جنک فوڈ کھانا ہے یا اس حسین پارک کی فوڈ سٹریٹ کا بے مثال ذائقہ دار کھانا؟" پری نے اس تنبیہ کی۔

"یقیناً میں وہ کھانا کھانا چاہتا ہوں۔" اطہر کو جیسے ہوش آ گیا تھا۔

"تو جان لو! اللہ تعالیٰ کو عشرہ ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے، بہت پسند ہیں اور نو ذوالحجہ کے روزے کی بہت فضیلت ہے، اس دن حاجی عرفات کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور باقی لوگ ان کے ساتھ روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہوتے ہیں۔"

"جی جی! میں نو ذوالحجہ کا روزہ ضرور رکھوں گا۔" جیسے ہی اطہر نے روزہ رکھنے کا عزم ظاہر کیا، جنک فوڈ کی ساری ٹوکریاں غائب ہو گئیں اور وہ خوشی خوشی آگے بڑھنے لگا۔

تھوڑا آگے بڑھا تو شاہراہ کی بائیں طرف ایک سکرین پر وڈیو گیمز چل رہے تھے۔ اس کا دل چاہا وہ تھوڑی دیر وڈیو گیم کھیل لے، لیکن جیسے ہی اس نے وڈیو گیم کی جانب قدم بڑھائے ایک سفید کبوتر جانے کہاں سے اُڑتا ہوا آیا اور اس کے سامنے ایک خط پھینک کر چلا گیا۔

اطہر نے خط اُٹھا کر کھولا تو لکھا تھا:

"یہ تمام کھیل صحت کے لیے خطرناک اور اس خوب صورت پارک تک پہنچنے میں رکاوٹ ہیں، اگر آپ پارک تک پہنچنا چاہتے ہیں تو ان دنوں میں آپ کو فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل بھی ادا کرنے ہوں گے۔" اطہر نے جیسے ہی خط پڑھا خوشی سے کہنے لگا: "میں نے تو رمضان المبارک میں تراویح ادا کی تھیں، میرے لیے نفل پڑھنا مشکل نہیں۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ فالتو کھیل کود سے وقت بچا کر ان دنوں باجماعت نماز کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کروں گا۔" جیسے ہی اطہر نے اس خیال کا اظہار کیا تمام وڈیو گیمز اچانک غائب ہو گئے اور وہ خوشی خوشی آگے بڑھنے لگا۔ سامنے بہت خوب صورت پرندے اُڑ رہے تھے، اس نے غور سے پرندوں کی چہچہاٹ سنی تو اسے یہ بہت مانوس لگی، "ارے واہ یہ تو تکبیرات پڑھ رہے ہیں، مجھے بھی تو تکبیرات یاد ہیں اور عشرہ ذوالحجہ میں تو تکبیرات کثرت سے پڑھتے ہیں، میں ان شاء اللہ سارا دن دل میں اور کسی وقت بلند آواز میں بھی تکبیرات ضرور پڑھوں گا۔" تکبیرات پڑھتے پڑھتے آگے سے آگے بڑھنے لگا، مگر یہ کیا۔۔۔ آگے جا کر یہ کھلی شاہراہ تو تنگ اور تاریک ہونے لگی تھی اور نجانے کہاں سے کچی آبادی کے غریب بچے اس میں اس طرح آ بیٹھے تھے کہ رستہ

جگانے کا شکریہ

بیناخان

کل ایک قریبی دوست نے کہا: "پاکستان بہت سی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے" والی بات ہم بچپن سے سن رہے ہیں، کوئی تو بات ہے۔ میرا جواب: ہاں! سن تو رہے ہیں بچپن سے، علما بھی یہی فرماتے ہیں، مگر سمجھ نہیں آتا کہ کیوں چبھتا ہے؟ ہم میں ہے ہی کیا؟ ٹیکنالوجی میں ہم پیچھے، دین سے ہم دور، اپنے علما سے ہمارا تعلق نہیں، بلکہ اب تو لوگوں کو جیسے نفرت سی ہو گئی ہے، اپنے دلوں میں ہم نے علما کی بجائے ایسے لوگوں کو جگہ دی ہے جو مایوسی زیادہ پھیلاتے ہیں۔ ہر کوئی یہاں سے بھاگنا چاہتا ہے۔ ہمارے سیاستدان کٹھ پتلی ہیں، اگر ہمیں اب بغیر کسی مداخلت کے اپنے حال پہ ہی چھوڑ دیا جائے تو بھی ہم تباہی کی طرف جارہے ہیں۔ اب رہ ہی کیا گیا ہے جو یہ ملک ان کو اب تک چبھتا ہے؟

اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے دن ہی دِکھا دیا۔ بات یہ نہیں کہ ہم دنیاوی علوم میں پیچھے ہیں، بات یہ نہیں کہ ٹیکنالوجی میں ہم بہت پیچھے ہیں، بلکہ ان کو ڈر ہمارے جہاد کے اس جذبے سے ہے۔ لاکھ غیروں نے کوشش کر لی کہ جہاد کو دہشت گردی بنادیں، بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے، مگر جب اپنی باری آئی تو سب لوگ پھر سے کھڑے ہوگئے۔ اس قوم کی فوج تو فوج!

عام لوگ ڈرونز کا معائنہ کر رہے تھے۔ عام لوگ پہلی صف میں بیٹھے میزائل اُڑتے دیکھ رہے تھے، "بنیان مرصوص" کا معنی جنہیں نہیں بھی پتا تھا وہ بھی اس آپریشن اور اس کے نام پر خوش ہو رہے تھے۔ سب لوگ اکٹھے ہو گئے کہ اس جوابی وار کا ہی تو ہمیں انتظار تھا اور اس چند گھنٹوں کے آپریشن پر کیسے ساری دنیا کو یاد آ گیا کہ جنگ اچھی بات نہیں۔۔۔

جب ہم پر گولے برسائے جارہے تھے، تب سب خاموش تھے کہ یہ تو ان کا اپنا معاملہ ہے، ہم اس میں نہیں پڑتے۔ آج کافروں کی باری آئی تو سب کو جنگ بندی یاد آ گئی۔ ایسے دشمن اور کھل کے سامنے آ گئے۔ ہمیں جنگ نہیں خوش کرتی، مگر کیا کریں اوروں کو بات یوں ہی سمجھ آتی ہے، جس کے پاس طاقت ہو اور وہ طاقت کا استعمال بھی کرتا ہو۔

ہم اپنے دینی فریضے "جہاد" پہ جوش میں آئے۔ الحمد للہ! ہم نے ظلم کا جواب انصاف سے دیا۔ ہم نے وہاں حملہ کیا، جہاں لڑنے والے تھے اور اس جگہ کو چھوڑ دیا جہاں عوام تھی، مندر تھے۔ یہی ہمارے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور اس میں اللہ نے ہمارے لیے عزت رکھی ہے۔

ہمیں جگانے کا شکریہ۔۔۔

مسلمانو، پاکستانیو! اب جاگتے رہنا۔۔۔!

بالکل بند ہوگیا تھا۔ مجھے بھوک لگی ہے، اپنے کھانے میں سے کچھ کھانا دو۔ میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں، مجھے اپنے کپڑوں میں سے کچھ کپڑے دو۔ مجھے بھی کھیلنا ہے، اپنے کچھ کھلونوں میں سے مجھے کھلونے دے دو۔ نہیں نہیں! یہ سب چیزیں میری ہیں، میں تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا۔

اس نے جیسے ہی انکار کیا راستہ بالکل بند ہوگیا۔ ایک بار پھر وہی سنہری پری اس کے پاس آ گئی۔

"پیارے اطہر! اپنی چیزوں میں سے جب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہم کسی کو چیز دیتے ہیں تو اسے "صدقہ" کہتے ہیں۔ اس شاہراہ پر آگے بڑھنے کے لیے آپ کو صدقہ دینا ہوگا۔"

پری کی بات سن کر اطہر نے کچھ سوچا اور پھر اپنے کھانے میں سے کچھ کھانا، اپنے کپڑوں میں سے کچھ کپڑے اور اپنے کھلونوں میں سے کچھ کھلونے اس نے ان بچوں کو دے دیے۔ جیسے ہی اس نے یہ صدقہ کیا شاہراہ ایک مرتبہ پھر بہت وسیع اور روشن ہو گئی اور وہ مزے سے آگے روانہ ہو گیا۔ وہ تکبیرات پڑھتا خوشی خوشی چلا جارہا تھا کہ سنہری پری، چڑیا اور سفید کبوتر اس کے آس پاس اُڑنے لگے اور اس سے کہنے لگے: پیارے اطہر! آپ اس شاہراہ پر کامیابی سے چل رہے ہیں، ماشاء اللہ، تبارک اللہ۔۔۔

اطہر کو وہ خوب صورت پارک اب بہت قریب دِکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس پارک تک پہنچنے کا راستہ کامیابی سے طے کر آیا تھا اور وہ وسیع و عریض شیشے کا دروازہ اس کے لیے کھل رہا تھا۔۔۔

سنہری پری، چڑیا اور کبوتر کہہ رہے تھے اطہر کے لیے اس دنیا کی رحمتوں، برکتوں میں بھی حصہ ہے اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی تفریح اور خوشیاں بھی اس کے لیے محفوظ ہو چکی ہیں۔

اطہر بہت خوش اور نہال تھا۔ ٹھنڈی اور خوش بودار ہوا کے جھونکے اسے پارک میں خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

"اطہر اطہر بیٹا! اٹھو نمازِ فجر کا وقت ہو گیا ہے۔" اطہر کی امی جان اس کو جگا رہی تھیں، وہ آنکھیں مل کر اُٹھ بیٹھا، "امی امی جان! وہ پارک، وہ شاہراہ، وہ پری چڑیا اور کبوتر۔۔۔ وہ سب کیا تھا؟" وہ اپنی امی جان سے پوچھنے لگا، امی جان نے اطہر کو پیار سے دیکھا اور کہنے لگیں: "ایسا لگتا ہے تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔"

"جی ہاں! یہ خواب ہی ہو سکتا ہے۔" اس نے اپنا خواب امی جان کو سنایا تو امی جان خوش ہوتے ہوئے بولیں: "ارے واہ اطہر! عشرہ ذوالحجہ میں کرنے والے سارے کاموں کی فہرست تو آپ نے خواب میں بنالی ہے۔"

"جی امی جان! فہرست اطہر نے بنائی ہے، لیکن دیکھ لیجیے گا، عمل تو میں ہی کروں گی۔" نور آپی نے شوخی سے کہا جو پاس ہی بیٹھی تھیں۔

"جی سب سے پہلے تو میں ہی عمل کروں گا، کیوں کہ میں نے بھی تو دو جہانوں کی کامیابی حاصل کرنی ہے۔" اطہر نے جوش سے مکہ لہراتے ہوئے کہا تو امی جان خوشی سے ان شاء اللہ کہتے ہوئے ہنس پڑیں۔

لفظ پاکستان

آمنہ عبدالباسط

فرحانہ نے ابھی نیا نیا پڑھنا سیکھا تھا اور کچھ انگریزی حروفِ تہجی سے بھی شد بد تھی تو راہ میں آنے والی ہر عبارت جوڑ کر کے پڑھنا اس نے اپنے اوپر فرض کر لیا تھا۔ ہر سائن بورڈ، دیواری اشتہار اس کی انگریزی اور اردو میں بلند خوانی کی مشق ستم بنے ہوئے تھے۔ گاہے بگاہے امی جان سے پڑھنے کی فرمائش کرتی اور باہر کے نظارے میں محو ہو جاتی۔ اسی اثنا میں گاڑی پٹرول پمپ پہ رُکی تو حسبِ عادت ہر چیز پہ نظر دوڑائی اور سامنے ہی بڑا سا "PSO" دیکھ کر عادت کے مطابق جھٹ سوال کر ڈالا "امی جان! یہ pso کیا ہے؟"

"بیٹا! یہ پاکستان سٹیٹ آئل کا مخفف ہے۔"

"یہ مخفف کیا ہوتا ہے؟" نیا سوال حاضر تھا۔

"بیٹا! بڑی چیزوں کا چھوٹا سا نام رکھ لیا جاتا ہے، تاکہ آپ جیسے بچے اسے جلدی سے یاد کر سکیں۔"

"اب یہ پاکستان اسٹیٹ آئل کیا چیز ہے؟" ایک اور سوال۔۔۔

"بیٹا! یہ پاکستان کی پیٹرولیم مصنوعات کی سب سے بڑی کمپنی ہے جو پورے ملک میں پیٹرول کی خرید و فروخت کرتے ہیں، تاکہ ملک کا پہیہ رواں دواں رہے۔ دیکھو! گاڑی میں پیٹرول ڈلوائیں گے تو ہی گاڑی چل سکے گی، ورنہ بند ہو جائے گی اور گاڑیاں چلیں گی تو پاکستان سفر کر سکے گا نا! اسی طرح سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے نام میں پاکستان کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ادارے سرکاری ہوں یا غیر سرکاری ملک کی امانت ہیں۔ ان کی حفاظت اور ایمان داری سے ان کا استعمال ملک کی حفاظت اور ایمان داری سے خدمت ہے۔"

اس کی نظریں اب بھی PSO کے حروف پہ جمی تھیں۔ امی جان نے اس کی نظروں کو بھانپتے ہوئے کہا: "دیکھو! جہاں P کی سپیلنگ آئے گی، وہ لفظ پاکستان کا چھوٹا نام ہو گا یاد رکھنا! اور جہاں جس جگہ "پاکستان" کا لفظ آئے، وہاں صرف ادب و احترام، تشکر اور خالص وفا کو دل میں رکھنا!" پرائمری پاس سادہ سی امی جان نے اسے تفصیلی جواب دیا۔ آدھی باتیں تو سر سے گزر گئیں، مگر اتنا یاد رہا کہ لفظِ پاکستان کے ساتھ وفا کا ذکر ہوا تھا۔۔۔ پھر جب جب پاکستان کا لفظ کہیں پڑھا، لکھا دیکھا اور سنا وہ مکالمہ چھم سے اس کی آنکھوں میں گھوم جاتا اور وہ نئے سرے سے خود کو پاکستان سے وفا کے بندھن میں بندھا ہوا محسوس کرتی۔ ذرا بڑے ہونے پہ سمجھ آیا کہ یہ صرف ایک ملک نہیں ہے بلکہ اسی کی طرح بہت سے مسلمانوں کی جائے امان ہیں، جہاں وہ آزادی سے رہ سکتے ہیں، ارکان اسلام ادا کر سکتے ہیں۔

کشمیر، شام، لبنان اور فلسطین کی خبریں سنتی تو نئے سرے سے اللہ کا شکر کرتی کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو۔۔۔؟

◆◆◆

میٹرک کے امتحانات قریب تھے۔ ہر طالب علم زور و شور سے پڑھائی میں مصروف تھا۔ ایسے میں وہ بھی دل و جان سے تیاری میں مگن تھی، اس کے بہن بھائی اسے چھیڑتے کہ "فرحانہ تو ٹاپ کرے گی، اتنا پڑھ پڑھ کے۔" مگر اس کے دل میں ایک ہی جواب ہوتا کہ "ٹاپ کا تو پتا نہیں، لیکن جو پڑھائی اس ملک کی خدمت کے لیے ضروری ہے، اتنی تو کر ہی لوں گی!" کئی بار طنز کا جواب گولہ باری کی صورت بھی دیا جاتا، لیکن وہ جانتی تھی کہ اتنا پڑھنے کے باوجود بھلے پوزیشن نہ آسکے، لیکن وہ اپنی نظروں میں سرخرو ہو جائے گی کہ اس نے اپنے تعلیمی ادارے کو اپنی نااہلی سے دھوکہ نہیں دیا!

ایک دن چھٹی کے وقت ساری کلاس باہر نکل گئی تو وہ اور اس کی دوستیں پیچھے رہ گئیں، اچانک محسوس ہوا کہ وہ پنکھا چلتا چھوڑ آئی ہیں تو وہ فوراً واپس بھاگی، تاکہ پنکھا بند کر آئے۔ ہانپتی کانپتی خالی اسکول پار کرتے ہوئے پنکھا بند کر کے واپس آئی تو دوست نے کہا: "ابھی مالی بابا چکر لگاتے تو سب بند کر آتے، ناحق اتنی دوڑ لگائی اور اگر ہم نکل جاتے تو اکیلی رہ جاتیں۔"

"ارے ایسے کیسے؟ مالی بابا بھول جاتے یا اس طرف آنا ہی نہ ہوتا تو کل صبح تک پنکھا چلتا، اسکول کو اچھا خاصا بل بھرنا پڑتا اور تو اور پورے 18 گھنٹے بجلی ضائع ہوتی، اس کا ازالہ کیسے کرتے ہم؟ یعنی کتنا بڑا نقصان کر دیتے اپنے ملک کا! تو کیا یہ بہتر نہیں ہم ہی تھوڑا سا مزید خیال کر لیں۔ دیکھو تو ذرا سی دوڑ سے اتنا نقصان ہونے سے بچ گیا۔ پھر تم لوگ ہو نا انتظار کرنے کے لیے، اگر نکل جاتے تو میں سمجھتی کہ بے وفا دوستوں سے پالا پڑا ہے جو 5 منٹ انتظار نہ کر سکیں۔ اس طرح تمہارا بھی پتا چل گیا کہ کتنا ساتھ دے سکتی ہو مشکل میں!"

آخری الفاظ پہ جو منہ بنا کے آنکھیں شرارت سے گھمائیں تو سب نے سر تھام لیا۔۔۔

"اففففف! کتنا دور تک سوچتی ہو تم! چلو اب ابا انتظار کر رہے ہوں گے ہمارا۔" اور مصنوعی غصے سے کھینچ کر گیٹ کے پاس پہنچانے لگیں، جہاں اس کے بھی ابو جان اس کے منتظر تھے۔

◆◆◆

وقت نے کروٹ لی اور دس سال بعد جب نند کی عیادت کے لیے ہسپتال گئی تو ڈیوٹی پہ موجود ڈاکٹر نے ڈسچارج شیٹ پہ واجبات کے خانے میں "پاکستان اسٹیل ملز" پڑھ کر نند سے تصدیق کرنا چاہی تو اس کے خون میں بڑی زور سے گردش ہوئی کہ "صحت ہو گی تو پاکستان سفر کرے گا" اور اس ڈاکٹر نے جس طرح "پاکستان اسٹیل ملز" نام لیا، اسے پھر سے اس لفظ سے نئے سرے سے محبت اور وفا محسوس ہوئی اور کالے ڈاٹس والے سرمئی اسکارف کے ہالے میں اوور آل پہنے وہ ڈاکٹر اس کی پسندیدہ ہستی بن گئیں، جنھوں نے اس انداز سے اس کی بچپن کی محبت "پاکستان" کا نام لیا تھا۔

کئی مواقع آئے، کئی جگہ یہ نام سنا ہر ایک کے کہنے اور پکارنے میں اسے نئے مفہوم سے آشنائی ہوئی۔ اس کی گفتگو میں اکثر یہی لفظ گونجتا! اسے ماں اور پاکستان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا، جس طرح وہ ماں کی شان میں گھنٹوں رطب اللسان رہ سکتی تھی، اسی طرح وہ اس ملک کے لیے جب بولنے پہ آتی تو بولتی چلی جاتی۔ اس کا ذخیرہ الفاظ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

اسے لگتا کہ ہر وہ عمل جس میں وہ ڈنڈی مارے گی، وہ سیدھا اس کے وطن کے دل پہ گھونسا بن کے

بقیہ صفحہ نمبر 38 پر

سنتِ ابراہیمی

آسیہ فاطمہ

"بکرا آ گیا بکرا آ گیا!" احمد اور فاطمہ خوشی سے چلاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"ارے احمد بھائی! کیا ہو گیا ہے، کیوں اتنا شور مچا رکھا ہے۔" زینب نے کانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"زینب آپی! ہمارا بکرا آ گیا ہے اور ہم خوشی میں سب کو بتا رہے ہیں۔" احمد نے خوشی سے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ! اچھی بات ہے احمد بھائی، ہمارا بکرا آ گیا ہے، پر ایسے اونچا اونچا بول کر سب کو بتانا اچھی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی بزرگ یا کوئی اور آرام کر رہا ہو تو ان کی نیند میں خلل پڑے گا جو اچھی بات نہیں ہے۔" زینب نے احمد اور فاطمہ کو سمجھایا۔

"آپی! یہ خلل کیا ہوتا ہے؟" فاطمہ نے گال پہ انگلی رکھ کر سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"خلل بے آرامی اور پریشانی کو کہتے ہیں، جیسے کوئی سو رہا ہو تو ہم شور کریں، پھر سونے والے کی نیند خراب ہو جائے گی نا تو اسے کہتے ہیں خلل۔"

"اوہ اچھا اچھا۔۔۔ آپی! اب سمجھی کہ آپ کی نیند میں ہم نے خلل ڈال دیا۔" فاطمہ نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"نہیں فاطمہ! میں سو نہیں رہی تھی بلکہ میں تو سبق یاد کر رہی تھی جو مدرسے کی باجی کو سنانا ہے، پھر جب آپ کی آواز سنی تو باہر آ گئی۔" زینب نے جواب دیا۔

"سوری آپی! ہم نے آپ کو تنگ کیا۔ ہمیں معاف کر دیں، ہم دوبارہ ایسے شور نہیں کریں گے اور اپنی خوشی میں دوسروں کے آرام کا خیال رکھیں گے ان شاء اللہ۔" احمد نے زینب سے کہا تو زینب اور فاطمہ نے بھی ان شاء اللہ کہا۔

"چلو بھئی! اب بکرا دیکھنے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے آپ لوگ اتنا خوش دکھائی دے رہے ہیں۔" زینب نے فاطمہ اور احمد سے کہا، پھر وہ بکرا دیکھنے گراؤنڈ میں آ گئے۔ فاطمہ سب سے تیز تیز بھاگ رہی تھی۔

"فاطمہ! اتنا تیز مت بھاگو گر جاؤ گی۔" زینب نے فاطمہ کو ٹوکا۔

"نہیں آپی! میں نہیں گروں گی بس، میں جلدی جلدی بکرے کے پاس پہنچنا چاہتی ہوں آااہ میرا پاؤں۔" فاطمہ نے بھاگتے ہوئے جواب دیا پر رستے میں پڑی رسّی سے پاؤں اٹکنے کے باعث گر گئی۔

"کہا تھا نا مت بھاگو اور دیکھو گری بھی تو اپنی ہی لاپروائی کی وجہ سے۔ کتنی مرتبہ کہتی ہوں کھیل کر چیزیں واپس اپنے ٹھکانے پہ رکھا کرو، اگر یہ رسّی آپ نے کھیلنے کے بعد اس کی جگہ پر رکھی ہوتی تو اب گرنے سے بچ جاتی۔"

"جی آپی! میں سمجھ گئی آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ میں دوبارہ کبھی بھی چیز استعمال کرنے کے بعد وہیں نہیں چھوڑوں گی بلکہ اس کے ٹھکانے پہ رکھ دوں گی، تاکہ دوبارہ گرنے سے بچ جاؤں۔" فاطمہ شرمندہ سی بولی تو زینب نے کہا۔

"ان شاء اللہ اور جلد بازی والا کام بھی نہیں کریں گی، کیوں کہ جلد بازی والا کام۔۔۔" زینب اتنا کہہ کر چپ کر گئی تو احمد نے فقرہ مکمل کیا۔

"شیطان کا ہوتا ہے۔"

"شاباش احمد بھائی! آپ نے بالکل ٹھیک جواب دیا۔" زینب نے احمد کو سراہا۔

"میں بھی آج کے بعد گندے شیطان والا کام نہیں کروں گی، ان شاء اللہ۔" فاطمہ نے جواب دیا، پھر وہ بکرے کے پاس پہنچ گئے۔

"آپی ہم نے بکرے کو لگانے کے لیے ڈھیر سارا رنگ بھی خریدا ہے۔" فاطمہ نے کہا اور پھر وہیں رکھے رنگ اٹھا کر زینب کو دکھانے لگی۔

"اس رنگ کا کیا کرنا تھا آپ نے فاطمہ؟" زینب نے حیرانی سے سوال کیا۔

"آپی! یہ رنگ ہم اپنے بکرے کو لگائیں گے نا تو دیکھیے گا، ہمارا بکرا کتنا پیارا ہو جائے گا۔" احمد نے جواب دیا۔

"احمد بھائی! اللہ تعالیٰ نے بکرے کو جیسا بنایا ہے، وہ ویسا ہے بھتتتتت پیارا ہے۔ یہ رنگ لگانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں تو اس کا اچھے سے خیال رکھنا چاہیے۔" زینب بولی۔

"آپی! اسے رنگ لگانا بھی تو ضروری ہے، ورنہ ارسل بھائی کا بکرا ہم سے زیادہ خوب صورت ہو گا اور ہمارا بکرا سادہ سا ہو گا۔" احمد منھ لٹکا کر بولا۔

"احمد بھائی، آپ بتائیں! ہم قربانی کیوں کرتے ہیں؟"

"تاکہ ہم سنت ابراہیمی کو پورا کر سکیں اور اللہ کو راضی کر سکیں۔"

"شاباش احمد بھائی! اب ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ سنائیے کہ مسلمانوں کو قربانی کا حکم کیسے ہوا تھا۔"

"جی آپی! حضرت ابراہیم علیہ السّلام سو رہے تھے کہ ان کو خواب آیا، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی سب سے پیاری چیز قربان کریں۔ آپ علیہ السّلام نے اگلے دن حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو ساتھ لیا اور قربانی کی جگہ لے گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام سے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دوں۔" تو حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے کہا: "بابا! آپ اللہ کا حکم پورا کیجیے، آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔" پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو زمین پر لٹا کر چھری ان کی گردن پہ رکھی گئی تو اللہ نے اپنے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو ایک مینڈھا دے کر بھیج دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے کہا: "آپ اپنے امتحان میں کام یاب ہوئے ہیں۔ آپ یہ مینڈھا اللہ کی راہ میں قربان کر دیجیے۔" اس طرح آج تک سب مسلمان اللہ کی راہ میں قربانی کر کے سنتِ ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں۔ احمد نے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ احمد بھائی! بالکل صحیح جواب دیا آپ نے۔ قربانی کرنا اللہ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سنت ہے اور قربانی کرنا ہر صاحبِ استطاعت بندے پر فرض ہے۔ ہمیں قربانی کرنے سے بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا کیوں کہ

حدیث پاک میں آتا ہے: "جس نے خوش دلی سے طالبِ ثواب ہو کر وہ (قربانی) کی تھی آتشِ جہنم سے روک دی جائے گی۔"

"آپی آتش کیا ہوتا ہے؟" فاطمہ نے زینب کی بات سن کر کہا۔

"آتش کا مطلب ہوتا ہے آگ! اور آتشِ جہنم کا مطلب ہوا جہنم کی آگ۔"

"جزاک اللہ خیر آپی! میں سمجھ گئی ہوں۔" فاطمہ نے جواب دیا۔

"چلو بچو! اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے، کھانا کھاتے ہیں۔ باقی کی باتیں بعد میں کریں گے۔" زینب نے کہا اور پھر وہ تینوں کھانے کی میز پر بیٹھ گئے۔

◆◆◆

"ارے یہ کیا۔۔۔ آج پھر دال! میں نہیں کھا رہی کھانا۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔ دال دیکھ کر تو بھوک ہی مر گئی ہے میری۔" فاطمہ کھانا دیکھ کر منہ چڑانے لگی۔

"فاطمہ کھانے کو دیکھ کر منہ چڑانا اچھی بات نہیں اور کھانا ہوتے ہوئے بھی بھوکا رہنا ناشکری ہوتا ہے، جو لوگ اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اپنی نعمت چھین لیتے ہیں، ویسے بھی دال کھانے سے ہمارے جسم کو بہت سے فائدے پہنچتے ہیں، کیوں کہ دال میں پروٹین پایا جاتا ہے جو ہمارے لیے بہت ضروری ہوتا ہے۔" زینب نے فاطمہ کو منہ بناتے دیکھ کر سمجھایا۔

"اوہ آپی! ٹھیک ہے، میں دال ہی کھا لیتی ہوں، مگر عید پہ تو میرے مزے ہوں گے کیوں کہ تب قربانی کا ڈھیر سارا گوشت جو ہمارے گھر میں ہوگا۔ کباب فرائی کر کے کھائیں گے اور دعوت خوب اڑائیں گے۔" فاطمہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

"نہیں فاطمہ! ایسے تو ہمیں قربانی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اگر ہم لوگ سارا گوشت گھر میں ہی رکھ لیں گے تو۔۔۔" زینب نے کہا تو فاطمہ بہت حیران ہوئی اور بولی۔

"پر کیوں آپی! سب لوگ ہی تو ایسا کرتے ہیں، اگر ہم بھی اپنی فرج میں گوشت رکھ لیں گے تو کیا ہو جائے گا؟"

"فاطمہ! قربانی کا مقصد فریج بھرنا یا ایک دو ماہ کباب فرائی کر کے کھانے کا نہیں بلکہ اس کا مقصد غریب یتیم اور مساکین لوگوں کو گوشت کا تحفہ دینا ہے جو بے چارے سارا سال گوشت نہیں خرید سکتے، وہ عید پہ گوشت کھا سکیں، ایسے میں اگر ہم لوگ بھی ان کی مدد کرنے کی بجائے خود ہی دعوت اڑانے لگیں گے تو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ثواب سے محروم ہو جائیں گے، استغفر اللہ!"

"استغفر اللہ، استغفر اللہ آپی! مجھے معاف کر دیں، مجھے پتا نہیں تھا۔" فاطمہ نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! اب جلدی سے اٹھو اور ہاتھ دھو لو، کیوں کہ آپ ہاتھ دھوئے بغیر ہی دستر خوان پر بیٹھ گئے تھے اور کھانا کھانے سے پہلے کی دعا بھی پڑھ لو۔" زینب نے فاطمہ کو یاد دلایا۔

"پر آپی! میرے ہاتھ تو صاف ہیں، میں نے بس رنگ ہی پکڑے تھے۔" فاطمہ بولی۔

"نہیں فاطمہ! آپ نے رسّی بھی اٹھائی تھی، بکرے کو چارہ بھی کھلایا تھا اور اسے پیار سے ہاتھ بھی لگایا تھا۔"

"اوہ آپی! میں بھول گئی تھی، ابھی دھو کر آتی ہوں ہاتھ۔"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!" فاطمہ نے کھانے سے پہلے دعا پڑھی اور کھانا کھانے لگی۔

"زینب آپی! کل میں بکرے کو باہر لے کر جاؤں گا۔" احمد نے کھانا کھانے کے بعد کہا۔

"پر کیوں احمد بھائی؟ باہر تو بہت گرمی ہے، بکرا تو بیچارہ گھبرا جائے گا۔" زینب نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپی! میں نے اور ارسل نے کل ریس لگائی ہے، جس کا بکرا ریس جیت جائے گا، اسے انعام دیا جائے گا، بس میں یہ انعام جیتنا چاہتا ہوں۔"

"اللہ اکبر، اللہ اکبر احمد بھائی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو پتا بھی ہے قربانی کے جانور کو تنگ کرنا بھی کتنا بڑا گناہ ہے اور پھر ریس لگوانا تو بہت ہی غلط کام ہے۔ آپ خود سوچیں اگر اتنی گرمی میں آپ کو کہا جائے ریس لگائیں تو کیا آپ لگائیں گے؟"

"نہیں آپی!"

"تو پھر آپ اس جانور کو کیوں تکلیف دینا چاہتے ہیں۔ جب کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ جانوروں کے ساتھ بھی رحم دلی سے پیش آتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔"

"آج سے میں بھی آپ ﷺ کی سنت پر عمل کروں گا اور کسی جانور کو تکلیف نہیں دوں گا، ان شاء اللہ! اب میں اپنے دوست کو منع کرتا ہوں اور اسے بھی بتاتا ہوں، تاکہ وہ بھی ایسے کام سے توبہ کرلے، جس سے اللہ کے حبیب حضرت محمد ﷺ نے منع فرمایا ہو۔"

"شاباش احمد بھائی! اللہ ہم سے راضی ہو اور ہماری قربانی قبول کریں آمین۔"

"ارسل بھائی! میں آپ کے ساتھ بکرے کی ریس نہیں لگا سکتا۔"

"ارے ہاں احمد بھائی! میں بھی آپ کو یہی کہنے آرہا تھا کیوں کہ میرے دادا ابو نے مجھے بتایا ہے ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت ناپسند تھا تو ہم ایسا کام نہیں کریں گے، ان شاء اللہ! جس سے اللہ ہم سے ناراض ہو جائیں۔۔۔!!"

بقیہ

لفظ پاکستان

لگے گا اور وہ ماں کو کیا جواب دے گی؟

"اماں جانی! یہ "PSO" کیا ہوتا ہے؟"

"پاکستان اسٹیٹ آئل" کہتے ہوئے ایک دَم ذہن میں جھماکا ہوا اور پاکستان کہتے ہوئے اس کی آنکھیں شدّتِ جذبات سے نم ہو گئیں!

آج اس کا پانچ سالہ بیٹا بیک سیٹ پہ بیٹھا اس سے پوچھ رہا تھا اور وہ بہت پیچھے ماضی میں چلی گئی تھی، جہاں اس کی ماں نے اسے وفا اور پاکستان کا سبق پڑھایا تھا۔

وقت خود کو دہرا رہا تھا۔ سوال دوبارہ ہونے لگے تھے اور اسے بھی اب تفصیلاً جواب دینا تھا۔ اپنے بیٹے کو بھی وہی سبق پڑھانا تھا جو اس نے تمام عمر اپنی ماں سے پڑھا تھا۔ اسے اب نا صرف اپنے وطن کو نئے گھونسوں سے بچانا تھا بلکہ وطن کا ایک بہترین محافظ تیار کرنا تھا جو اس کی طرف اٹھنے والی ہر انگلی اور ہاتھ کو بھی توڑ کر رکھ دے، کیوں کہ اعلیٰ ترین محافظ ہوتے ہیں تو پاکستان سفر کرتا ہے نا۔۔۔!!

ربُّ العالمین وطنِ عزیز کو رہتی دنیا تک اسلام کے سائے تلے سلامت رکھے اور اس کی طرف میلی نگاہ کرنے والی ہر قوت کو نیست و نابود فرما دے۔۔۔ آمین!

برکت والے دس دن رات

علشبہ عبدالمجید

"چلو چلو جلدی چلو! محمد اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ اور کزن ابو بکر، زرکشہ اور آئزا کے ہمراہ دادا جی کے کمرے کی جانب دوڑا۔ دادا جی مغرب کی نماز کے بعد روز بچوں سے کچھ بہت کام کی باتیں کرتے تھے، جو بچے بڑی دِل چسپی سے سنتے تھے اور عمل کی کوشش بھی کرتے تھے جب بچے دادا جی کے کمرے میں پہنچے تو دادا جی صوفے پر بیٹھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔

"السلام علیکم دادا جی! کیا ہم اندر آ جائیں"

"آ جاؤ آ جاؤ میرے پیارے بچو! ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔" بچے اندر داخل ہوئے اور دادا جی کے اِرد گرد بیٹھ گئے۔

"دادا جی آپ آج ہمیں کیا بتائیں گے" عبداللہ نے پوچھا:

"چلیے آج آپ ہی بتائیے کیا سننا پسند کریں گے۔" دادا جی نے جواب دیا۔

"دادا جی آپ ابھی کس کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے؟" یہ سوال آئزہ نے کیا تھا

"بقر عید کا مہینہ شروع ہونے والا ہے نا!! جس کو ذوالحجہ یا ذی الحجہ کہا جاتا ہے، ہم ابھی اسی بارے میں پڑھ رہے تھے"

"تو آج پھر ہمیں بھی ذی الحجہ کے بارے میں کچھ بتایئے۔" آئزہ نے کہا تو سب بچوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ٹھیک ہے آج ہم آپ کو اسی بارے میں بتاتے ہیں: ذی الحج کا مہینہ بہت مبارک مہینوں میں سے ایک ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے دو بڑی عبادتیں جمع کی ہیں حج اور قربانی۔ اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا مہینہ بنایا ہے، ذی الحجہ کے شروع کے دس دن بڑی فضیلت والے اور بہت مبارک ہیں۔"

"دادا جی! اللہ تعالیٰ نے ان دِنوں میں کیا فضیلت رکھی ہے" دادا جی خاموش ہوئے تو محمد نے سوال کر دیا

"میرے پیارے بچو! جیسے رَمَضان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مہینہ بنایا ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور انسان کو اس عبادت پر ثواب بھی عام دنوں کی عبادت کے ثواب سے کئی گنا بڑھ کر ملتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کو بہت زیادہ فضیلت والا بنایا ہے، اس لیے ان دس دونوں میں بھی زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہیے"

"دادا جی کیا یہ بات حدیثِ مبارکہ میں بھی آئی ہے؟" محمد نے پھر سے سوال کیا

"جی بیٹا یہ بات حدیثِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے، احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اجر رکھتا ہے، اور بطورِ خاص یومِ عرفہ (9 ذوالحجہ) کے روزے کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس دن کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے گئے اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ایام میں کیے گئے نیک اعمال سے زیادہ محبوب ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان دس دنوں کے علاوہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے تب بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تب بھی ان ہی اَیام کا عمل زیادہ محبوب ہے، البتہ اگر کوئی شخص اپنی جان و مال دونوں چیزیں لے کر جہاد میں نکلا اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی واپس نہ ہوا (یعنی شہید ہو گیا تو یہ افضل ہے)۔

زرکشہ جو کب سے خاموش بیٹھی دادا جی کی باتوں کو بہت توجہ سے سن رہی تھی، دادا جی سے اب کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی اس نے ہاتھ بلند کیا، دادا جی زرکشہ کی طرف متوجہ ہوئے تو زرکشہ نے سوال کیا:

"دادا جی وہ کون کون سی عبادتیں ہیں جن کا ثواب اللہ تعالیٰ نے ان دِنوں میں بڑھا دیا ہے۔"

"بیٹی! اللہ تعالیٰ نے ان دنوں میں کی گئی ہر نیکی کا ثواب بڑھا دیا ہے، کوئی بھی عبادت ہو، عام دنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر بڑھا دیا ہے، چاہے وہ عبادت روزوں کی صورت میں ہو، چاہے صدقہ وخیرات کی صورت میں ہو، چاہے قیامِ لیل (تہجد کی نماز) کی صورت میں ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نیک عمل کا ثواب ان دِنوں میں بڑھا دیا ہے۔"

"دادا جی کیا قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذوالحجّہ کے اِس پہلے عشرے کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے؟" محمد نے سوال کیا۔

"جی بیٹا! اللہ تعالیٰ نے سورہ فجر میں جن دس راتوں کی قسم کھائی ہے، اس سے مراد یہی ذوالحجہ کی شروع کی دس راتیں ہیں۔ ان راتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ اس لیے ہمیں ان دنوں اور راتوں میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا چاہیے، زیادہ سے زیادہ نفلیں پڑھنی چاہئیں، تلاوت قرآن مجید بھی زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور راتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنے لیے اور پوری امت کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ انسان عام دنوں میں اکثر عبادت میں غفلت برتتا ہے، تو ایسے مواقع بڑے غنیمت کے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دن رات خاص فرمائے ہیں انسان کو اُس کا اصلی مقصد یاد دلانے کے لیے، تو اِس مہینے کا ہمیں استقبال کرنا چاہیے اللہ سے اپنے لیے اور اُمتِ مسلمہ کیلئے رحمتوں، برکتوں اور عافیت کے خزانے مانگنے چاہئیں ان راتوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ اپنا تعلق مضبوط کرنا چاہیے۔ ان دنوں میں خود کو دیگر مشاغل سے فارغ رکھ کر عبادت میں وقت گزارنا چاہیے۔"

"ہم سب ان شاء اللہ ان دنوں میں اہتمام کریں گے اور اپنے دوستوں کو بھی بتائیں گے" محمد نے کہا۔ دادا جی بہت خوش ہوئے اور سب بچوں کو بہت دعا دی۔

بچوں کے فن پارے

حمنہ عائشہ ، 8 سال صادق آباد

انس عبد اللہ 10 سال ،لاہور

سلیمان حسین 12 سال لاہور

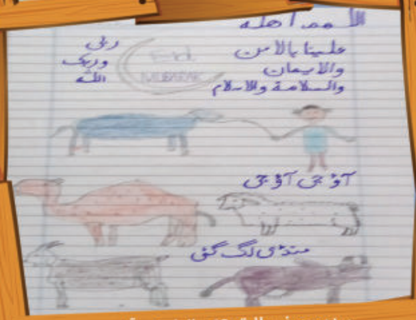

سدیم صفی طارق،13 سال اسلام آباد

فاطمہ عرفان 10 سال ،فتح پور لیہ

عبد السلام 12 سال کراچی

مروہ عبد الرقیب 9 سال راول پنڈی

کنزہ فاطمہ ہشتم ، خانیوال

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ میر پور خاص سے مناہل رفیق کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

چھوٹی بات کا بڑا پیغام

مئی پاکستان کے لیے ایک عظیم مہینہ ہے، خاص طور پر 28 مئی یومِ تکبیر، جب پاکستان نے ایٹمی طاقت بن کر دنیا کو دکھایا کہ ہم ناقابلِ تسخیر ہیں۔ یہ سب ہمارے سائنس دانوں، افواج اور ہمارے لوگوں کی قربانیوں اور انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ اس سال اسی مہینے میں دشمن نے رات کے اندھیرے میں وار کیا، لیکن پاکستان کی بہادر افواج نے نہ صرف دفاع کیا بلکہ دشمن کو منہ توڑ جواب دیا۔ یہ سب کامیابی اسلامی اصولوں، محنت، علم، اتحاد اور قربانی کے جذبے کی بدولت ملی۔ قربانی کی بات ہو رہی ہے تو یاد رکھیں: عید قرباں بھی آنے والی ہے، جہاں ہمیں سکھایا جاتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

تو پیارے بچو! آج عہد کریں کہ: دین کو سیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے

محنت کو اپنا راستہ بنائیں گے علم و عمل کو اپنی طاقت بنائیں گے

اتحاد اور قربانی کے جذبے کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے ان شاء اللہ

پاکستان کو امت کا سالار بنائیں گے ان شاء اللہ پاکستان ہمیشہ زندہ باد

مئی 2025ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر فورٹ عباس سے عائشہ محسن کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

بلاعنوان کا عنوان

مئی ۲۰۲۵ کے ماہ نامہ فہم دین میں ناجیہ شعیب کی بلاعنوان تحریر شائع ہوئی تھی، اس تحریر کو عنوان دینے کی مہم میں متعدد قارئین نے حصہ لیا کراچی سے آہلہ نور کا عنوان بہترین قرار پایا، انھیں انعام مبارک ہو، ان کا عنوان تھا:

دکھاوے کی تباہ کاریاں

اس کے علاوہ حیدر آباد سے شمائلہ شکیل، گوجرہ سے خورشید بیگم اور کراچی سے محمد مصطفیٰ نے بھی اچھا عنوان دیا

سنیے!!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجنا ہوں یا فن پارہ، اپنا نام، عمر، کلاس اسکول/ مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔ جوابات اور فن پارہ بھیجنے کے لیے ای میل اور وٹس ایپ نمبر نوٹ کر لیں:

tabeer1387@gmail.com

+923351135011

ماہنامہ فہم دین جون 2025ء کے سوالات

سوال 1: ہمیں حقیقت میں کیا چیز مکمل بناتی ہے؟

سوال 2: حیدر کو نئی سائیکل کس نے لا کر دی؟

سوال 3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کس چیز کو فرمایا؟

سوال 4: جنت کی عورتوں کی ملکہ کون ہوں گی؟

سوال 5: جاوید اختر کو کیا چیز نہیں دینا چاہتا تھا؟

یہ سوالات مئی 2025 کے فہم دین سے لیے گئے ہیں۔
جوابات کی آخری تاریخ 15 جون 2025ء ہے

مئی 2025ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: مریم

جواب 2: کپڑوں کی فیکٹری میں

جواب 3: سہیل

جواب 4: محنتی چوہا

جواب 5: جلدی

خطبہ حجۃ الوداع

حافظہ سویرا چودھری

تخیل سامنے میرے، زمانے یوں بچھاتا ہے
ہے وہ عرفات کا میدان، جمع اصحاب سارے ہیں
یہ ممکن ہے کہ ہم تم اب یہاں پھر سے نہ مل پائیں
سنو لوگو! توجہ سے، جو تم سے بات ہوں کہتا
وصیت تم کو میری ہے، یہ رکھنا یاد ہر دم ہے
فضیلت میں کسی گورے سے کالا بھی نہ کم تر ہے
جو حرمت اس مہینے، شہر اور اس دن کو حاصل ہے
نہ بدلہ باپ کا، بیٹے سے ہر گز بھی لیا جائے
تفاخر کی یہ باتیں ہیں، نہ ہیں یہ قابلیت کی
یہ سارے لفظ روشن ہیں، یہ ساری بات واضح ہے
نمازوں اور روزوں کی ادا ہے وقت پر کرنا
ہیں باطل سود سارے، خون اور بدلے بھی جتنے ہیں
تمہارے واسطے عورت، خدا کی ہی امانت ہے
ہر اک وارث کا حصہ اب خدا نے خود بتایا ہے
میں تم میں چھوڑ جاتا ہوں یہ دو چیزیں ہدایت کو
جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ ساری باتیں بتلائے
سویرا مصطفیٰ کی شان ہے جو آپ ظاہر ہے

مری آنکھوں کو وہ منظر، نظر کچھ ایسے آتا ہے
ہوئے جن سے مخاطب یوں رسول اللہ پیارے ہیں
ہمہ تن گوش ہو جائیں، سبھی خاموش ہو جائیں
نہ ضائع ہو کسی کی جاں، کسی کا ہو نہ خوں بہتا
خدا ہے ایک سب کا اور، سبھی کا باپ آدم ہے
جو تقویٰ میں زیادہ ہو، بشر وہ سب سے بہتر ہے
تمہارا خون مال و آبرو بھی اس میں شامل ہے
نہ چوری قتل جیسا کام ہی کوئی کیا جائے
مرے قدموں تلے رسمیں ہیں، ساری جاہلیت کی
جہاں بھر میں جو افضل ہے، وہی ہستی تو ناصح ہے
اطاعت رب کی تم کرنا، زکوٰۃ و حج ادا کرنا
ستم اور ظلم کے دستور بھی سارے ہی مٹنے ہیں
نہ کرنا بدسلوکی تم، کہ حق تلفی جہالت ہے
کِھلانا اس کو تم اچھا، غلامی میں جو آیا ہے
کتاب اللہ اور سنت، یہ کافی ہیں رعایت کو
خدا رکھے تر و تازہ اسے، جو آگے پھیلائے
احاطہ میں اسے لانا تو میرے بس سے باہر ہے

انوکھا قصہ عجب کہانی

حافظہ وسطیٰ چودھری

انوکھا ایک قصہ ہے، عجب اس کی کہانی ہے — وفا کا ذکر ہے اس میں، اِطاعت کی نشانی ہے

خلیل اللہ جگر گوشے سے کچھ گویا ہوئے تھے یوں — سنو نورِ نظر، جانِ پدر، جو بات کہتا ہوں

عجب سا خواب دیکھا ہے، اے میرے لال! میری جاں! — تمہیں راہِ خدا میں اپنے ہاتھوں کرتا ہوں قرباں

یوں بولے سن کے اسماعیل، سر بابا مرا خم ہے — خدا کا حکم گر یہ ہے تو پھر کیسا کوئی غم ہے؟

رضا مطلوب ہے رب کی، بڑا جس سے نہیں کوئی — سعادت مند بیٹا باپ کی کرتا تھا دل جوئی

لِٹایا خاک پر تھا باپ نے پھر اپنے پیارے کو — وہ جو تھا راحتِ جاں، چینِ دل، آنکھوں کے تارے کو

پھر اسماعیل نے جونہی زمیں پر رکھی پیشانی — ہوئی ساکت زمیں، چشمِ فلک میں اتری حیرانی

بہت ہی سخت لمحہ تھا، وہ ساعت کتنی بھاری تھی — یہ کیسی آزمائش تھی؟ یہ کیسی جاں نثاری تھی؟

کہا: جو آپ کو بابا، مری صورت نظر آئے — کہیں شفقت کا جذبہ حکم پر غالب نہ آجائے

یہ بہتر ہے کہ آنکھیں باندھ لیں کپڑے کے ٹکڑے سے — نہ مشکل امتحاں ہو جائے، پھر بیٹے کے مکھڑے سے

نہ ابراہیم جھجکے تھے، نہ بے چینی نے گھیرا تھا — چھری کو اُس کی گردن پر بڑی ہمت سے پھیرا تھا

مگر کرنا خدا کا تھا، چھری ہی چل نہ وہ پائی — نہ اسماعیل کو حکمِ خدا سے آنچ بھی آئی

یہ ابراہیم کا انداز، سنت اُن کی کہلایا — پھر اسماعیل نے رب سے ذبیح اللہ لقب پایا

بنایا عیدِ قرباں کو، نشانی اس اطاعت کی — علامت جس میں ہے صبر و رضا اور استقامت کی

اور اک جنت کا دنبہ بھی تو اس منظر کا حصہ ہے — سنایا جو ابھی وُسطیٰ نے تم کو سارا قصہ ہے!

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: محمد عادل فاروقی

حمدِ باری تعالیٰ

خداوندا تو اپنے ذکر کو وردِ زباں کر دے
پھر اس کے بعد عشقِ مصطفیٰ ؐ کا ترجماں کر دے

ہمیں بھی اُن میں شامل کر جنہیں تو نے نوازا ہے
ہمارے دل کو بھی بیگانہ سود و زیاں کر دے

سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال کر مجھ کو
میری ہستی کو اپنی چاہتوں سے ضوفشاں کر دے

مجھے توفیق دے خیر العمل کی ہر نفس یارب!
میرے اعمال نامے کی سیاہی رائیگاں کر دے

تو ربُّ العالمیں ہے اور تری قدرت میں سب کچھ ہے
مدینے کے کسی گوشے میں مجھ کو بے نشاں کر دے

شاعر: اختر لکھنویؒ

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

زہے مقدّر حضورِ حق سے سلام آیا، پیام آیا
جھکاؤ نظریں، بچھاؤ پلکیں، ادب کا اعلیٰ مقام آیا

یہ کون سر سے کفن لپیٹے، چلا ہے الفت کے راستے پر
فرشتے حیرت سے تک رہے ہیں یہ کون ذی احترام آیا

فضا میں لبیک کی صدائیں، ز فرش تا عرش گونجتی ہیں
ہر ایک قربان ہو رہا ہے، زباں پہ یہ کس کا نام آیا

یہ راہِ حق ہے سنبھل کے چلنا، یہاں ہے منزل قدم قدم پر
پہنچنا در پر تو کہنا آقا، سلام لیجیے غلام آیا

یہ کہنا آقا بہت سے عاشق تڑپتے سے چھوڑ آیا ہوں میں
بلاوے کے منتظر ہیں، لیکن نہ صبح آیا، نہ شام آیا

دعا جو نکلی تھی دل سے آخر، پلٹ کے مقبول ہو کے آئی
وہ جذبہ جس میں تڑپ تھی سچی، وہ جذبہ آخر کو کام آیا

خدا تیرا حافظ و نگہباں او راہِ بطحا کے جانے والے!
نویدِ صد انبساط بن کر پیام دار السّلام آیا

شاعر: صبیح رحمانیؔ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند خصوصیات

یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس مقدّس گروہ کا نام ہے، وہ اُمت کے عام افراد ورجال کی طرح نہیں، وہ رسول اللہ ﷺ اور اُمت کے درمیان ایک مقدّس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام اُمت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام وامتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص وتصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور اسی لیے اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس کو تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جاسکتا، اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن وسنت کی نصوصِ صریحہ اور اجماعِ اُمت کے مقابلے میں متروک ہوگی، تاریخی روایات کا تو کہنا کیا ہے۔

(مقامِ صحابہؓ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، ص:31)

آزادی کی حفاظت

میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آزادی حاصل کرنا تو بہت اچھا ہے، مگر اس کو برقرار رکھنا اس کے بغیر ناممکن ہے کہ ہماری اخلاقی حالت درست ہو اور ہماری زندگی میں انسانیت زندہ ہو۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ کوئی ملک اور کوئی حکومت بغیر اخلاقی ترقی اور انسانیت کی بقا کے قائم نہیں رہ سکتی۔ آج یہ کام ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لیے ضروری ہے۔ آپ اس یقین کے ساتھ اس سے تعاون کریں کہ بغیر ایک بے لوث خدمت کے جذبہ اور اخلاقی بلندی اور انسانیت کی بیداری کے ہماری زندگی کی مصیبتیں دور نہیں ہوسکتیں۔

(تعمیرِ انسانیت، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، ص:64)

روح کی بیماریاں

جس طرح انسان کے جسم کو بیماریاں لگتی ہیں کہ کبھی بخار ہوگیا، کبھی پیٹ میں درد، کبھی قبض ہوگئی، کبھی دست آگئے، کبھی سر میں درد، کبھی کمر میں تکلیف، اسی طرح انسان کی روح کو بھی بیماریاں لگتی ہیں۔ وہ بیماریاں یہ ہیں کہ کبھی تکبر پیدا ہوگیا، کبھی حسد پرورش پانے لگا، کبھی بغض پیدا ہوگیا، کبھی ناشکری پیدا ہوگئی، یہ سب روح کی بیماریاں ہیں۔ ان کا بھی علاج ضروری ہے اور ان کو چھوڑنا واجب ہے۔

(اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، جلد:3، ص:76)

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی پانچ شرطوں سے واجب ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر قربانی نہیں

(2) مقیم ہونا، مسافر پر قربانی واجب نہیں

(3) بالغ ہونا نابالغ پر قربانی واجب نہیں

(4) عاقل ہونا، مجنون پر قربانی واجب نہیں۔ہاں! اگر قربانی کے ایّام میں مجنون کو افاقہ ہو تو قربانی واجب ہے

(5) تونگری یعنی صاحبِ نصاب ہونا، مسکین پر قربانی نہیں۔

مسئلہ: جس شخص کی ملک میں قربانی کے تین ایام (10/11/12 ذوالحجہ) میں یا 12 ذوالحجہ کی شام غروبِ آفتاب سے ذرا پہلے۔۔۔ساڑھے سات تولہ (87,479 گرام) سونا

ساڑھے 52 تولہ (612,35 گرام) چاندی نقدی (مالِ تجارت) یا ضرورت سے زائد سامان

ان پانچوں میں سے کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ

(مثلاً چاندی اور نقدی یا نقدی اور ضرورت سے زائد سامان وغیرہ وغیرہ) ساڑھے باون (52) تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو قربانی واجب ہے۔

(فہم قربانی کورس، مفتی منیر احمد صاحب، ص:21)

ایک بوڑھا سیاست دان تقریر کرنے لگا تو اس کے مصنوعی دانت نکل کر گر پڑے۔اس نے جلدی سے اٹھا کر لگائے، پھر تقریر شروع کی تو دانت پھر گر گئے۔اسی طرح جب تین چار بار ہوا تو لوگوں میں سے کسی مسخرے نے کہا: "کیسٹ ہی تبدیل کرتے رہیں گے یا پھر کچھ کہیں گے بھی۔"

(ہنستے مسکراتے لطیفے، نسیم اے شیخ، ص:95)

اشعار

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی الفت
میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آئے گی

لال چند فلک

ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف
گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی

ساحر لدھیانوی

وطن کی ریت ذرا ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقیں ہے کہ پانی یہیں سے نکلے گا

مظفر وارثی

کس نے کہا کہ ٹوٹ گیا خنجر فرنگ
سینے پہ زخم نو بھی ہے داغ کہن کے ساتھ

مجروح سلطانپوری

شاید مِری مدد کے بہانے وہ آسکے
سلجھی ہوئی جو ڈور تھی اُلجھا رہا ہوں میں

طاہر عدیم

خوش ہو نہ جان کر ہمیں غرقاب، موجِ دہر!
ابھریں گے سطحِ آب سے اک بار، دیکھنا

فاتح

گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

علامہ اقبالؒ

فتنہ و فساد کا ایک بڑا سبب

کسی کے ساتھ جڑ کر رہنا، خود بڑا نہ بننا بلکہ کسی بڑے کے ماتحت ہو کر رہنا اور اپنے آپ کو اللہ کی مخلوق میں کم زور تر سمجھنا، یہ چیز ہمارے اسلاف میں تھی، مگر ہم سے یہ چیز نکل گئی ہے اور اس کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم میں فتنہ و فساد در آیا ہے۔

(اصلاحی مواعظ، مولانا یوسف لدھیانویؒ، جلد:2، ص:204)

ادب کی حقیقت

فرمایا لوگ آج کل بزرگوں کا ادب مصنوعی کرتے ہیں۔ادب کی حقیقت ہے "آرام پہنچانا" اس کی ضرورت کو پہچانا، ایک وقت مصافحہ کرنا، اس کی مرضی کے خلاف ہے۔وہ تھکا ہوا ہے تو مصافحہ خلافِ ادب ہے۔دین کا سب سے بڑا کام دوسروں کو ایذا سے بچانا ہے اور ایذا پہنچانے سے نہ صرف بے ادبی ہوتی ہے بلکہ گناہ لازم ہو جاتا ہے۔شیخ کے بتائے ہوئے طریقوں میں لگا رہے تو اس کو شیخ کی کرامت دیکھنے کی فکر نہیں ہوتی۔غرض، فکر لگ جائے آخرت کی اور یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

(مجالسِ مفتی اعظم، مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب، ص:98)

نبی ﷺ کی اطاعت و محبت ہی میں قوم کی فلاح ہے

امتوں کی تقدیریں ان میں بھیجے گئے رسولوں کی اتّباع وانقیاد ان کے جھنڈے تلے جمع ہونے ان کی سیرت کو اپنانے اور عزّت و ذلت ہر حال میں ان کی رکاب سے وابستہ رہنے سے متعلق ہوتی ہیں، چناں چہ کوئی امت تمام طاقتوں عقل و وسائل کے ساتھ زمانے، تہذیب، فلسفوں اور حالاتِ حوادث کے تمام ترقیوں کے باوجود کام یاب نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ نبی ﷺ کی اتّباع، اس سے محبت اور اس کی دعوت کے لیے ہر حال میں جد و جہد نہ کرے اور جو امت بھی اس طریقے سے ہٹ کر عزّتِ سیادت اور قوت و اہمیت کے حصول کے لیے اپنی دانش مندانہ سیاست یا کسی بڑی طاقت کی پشت پناہی پر بھروسہ کرتی ہے تو اس کا انجام ذلت و ناکامی، داخلی انتشار اور دیر سویر رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

(منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، مولانا ابو الحسن علی ندویؒ، ص:131)

بیت السلام کی ایک بیش بہا خدمت

وقف اجتماعی قربانی

رپورٹ: خالد معین

مستحقین کی خدمت اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے لیے بیت السلام کی بہت ساری بیش بہا خدمات میں ایک خدمت وقف قربانی بھی ہے۔ جید علماء کرام کے زیر نگرانی شرعی احکام کے مطابق یہ خدمت انجام دی جاتی ہے۔ شہروں کی مضافاتی اور دور دراز کی پسماندہ بستیوں کے مستحقین کے ساتھ ساتھ غزہ، شام، فلسطین کے مظلوم مسلمانوں تک گوشت پہنچایا جاتا ہے۔ بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے، جنھیں سال میں صرف ایک بار بقر عید کے موقع پر گوشت کھانا نصیب ہوتا ہے۔

جانوروں کی خریداری: یہ ایک ایسی مشکل ہے جو پہلے دن سے آخر تک رہتی ہے۔ جانور کی خریداری چینی آٹے اور دال گھی کی طرح تو ہے نہیں کہ کسی بھی جنرل اسٹور اور کریانے کی دکان سے خرید لیے، مخصوص علاقوں اور متعین قیمتوں میں مطلوبہ تعداد میں جانور خریدنا بہت بڑا چیلنج ہے، اسی قیمت میں شرعی احکام کے مطابق عمر، صحت اور دیگر شرائط کا پایا جانا، کوئی جانور بیمار ہو جائے، کوئی خریدنے کے بعد مر جائے یا اس میں ایسا عیب پیدا ہو جائے جس کے ساتھ قربانی جائز نہ ہو، اس کی جگہ عین وقت پر نئے جانور کا انتظام کرنا۔

ذبح خانے اور قصابوں کا انتظام: بیت السلام کی وقف اجتماعی قربانی میں ترجیح ایسے ذبح خانوں کی ہوتی ہے، جہاں صفائی اور دیگر امور کا اہتمام اعلیٰ معیار کا ہوتا ہے۔ دور دراز کے علاقوں میں جہاں اس معیار کے ذبح خانے نہیں پائے جاتے، وہاں بیت السلام اپنے نظم کے تحت مقامی ماہر قصابوں کی خدمات حاصل کرتا ہے۔

وقت کی پابندی: 10 ذی الحجہ کو عید کی نماز سے پہلے سارے انتظامات مکمل کرنا ہوتے ہیں اور ۱۲ ذی الحجہ کی شام (غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے) تمام جانوروں کا ذبح ہو جانا ضروری ہوتا ہے۔ وقت کی یہ پابندی شریعت کا حکم ہے، جس میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ بیرونِ ملک مقیم پاکستانیوں کی وقف قربانیوں کا بھی مکمل لحاظ کیا جاتا ہے۔

موسم کی مشکلات: سرد موسم کی اپنی مشکلات ہوتی ہیں اور موسم گرما کی اپنی.... سردی میں کام کرنا مشکل ہوتا ہے اور گرمی میں گوشت خراب ہونے سے بچانا اور صحیح حالت میں مستحقین تک پہنچانا اور اگر بارش برس رہی ہو تو اس کی اپنی مشکلات ہوتی ہیں، بیت السلام کے رضاکار برستی بارش اور کڑکتی دھوپ سے بچاؤ کے انتظامات رکھتے ہیں۔

میسج کے ذریعے اطلاعی نظام: رقم جمع کرواتے ہی وقف قربانی کرنے والے کے موبائل نمبر پر سافٹ ویئر کی مدد سے رقم جمع ہونے کا میسج پہنچ جاتا ہے۔ قربانی ہوتے ہی اطلاع پہنچ جاتی ہے کہ آپ کی قربانی ہو چکی ہے، پھر جو رقم بچ جائے، اس کی اطلاع بھی کی جاتی ہے کہ اپنی بچی ہوئی رقم وصول کر لیں۔ نیز ڈونر حضرات اپنی قربانی کا اسٹیٹس بیت السلام کی جانب سے دیے گئے لنک کے ذریعے چیک کر سکتے ہیں۔

دیانت داری: مقرر کیے گئے حصے میں صرف جانور کی قیمت شامل نہیں ہوتی، بلکہ متعدد دیگر اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں۔ جانوروں کا لانا لے جانا، چارے پانی کے انتظامات، جانوروں کی دیکھ بھال کے ماہر افراد رکھنا اور جو رقم بچ جائے بیت السلام اس کی واپسی کا اہتمام کرتا ہے۔ متعین مدت میں ذمے دار حضرات ہر حصے دار کی بچی ہوئی رقم کا حساب رکھتے اور متعلقہ شخص کو میسج مل جاتا ہے کہ آپ بچی ہوئی رقم وصول کر لیں یا صدقہ کرنا چاہیں تو اطلاع کر دیں۔

جانوروں کی درجہ بندی: وقف قربانی کرنے والوں میں محدود آمدنی والے بھی ہوتے ہیں، اس لیے بیت السلام بڑے اور چھوٹے جانوروں میں مختلف درجات کے جانور خریدنے کا اہتمام کرتا ہے، مثلاً گائے میں تین قسم کے جانور ہوتے ہیں، جنھیں اے، بی اور سی کیٹیگری میں رکھا جاتا ہے، اسی طرح بکرے میں درجہ اول اور درجہ دوم رکھا جاتا ہے

بیت السلام موبائل ایپ

Available on the App Store

GET IT ON Google Play

- قبلہ ڈائرکشن
- ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
- آن لائن ڈونیشن
- زکوۃ کیلکولیٹر
- لائیو اور ریکارڈ بیانات
- روزمرہ کی دعائیں
- قرآن کریم
- نماز ٹائمنگ

J.
FRAGRANCES
JANAN
Intense
JANAN
Intense
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed